

نحمدہ و نصلی علی حبیبہ الکریمہ

COPY-RIGHT-RESERVED

تخفہ دل

ممالکِ دل کے حضور میں



فاطمہ قیسوی راجا ندہ

سیدی و مولائی محمد عبدالقیوم عرف منظور احمد ادا م اللہ فیضہم

جمال دوست

یہ کس کے حُسن کے یارب زباں پر آئے افسانے
 نگائے دل فروزے آفتِ دل فتنہ سامانے
 کہ گوید از جمال او مگر ایں چشمِ حیرانے
 کہ بحرِ حسین او ہرگز نہ اردِ سیچ پایانے
 اگر یا بکم شعاعِ مہر بنو یسعم بہ لوحِ دل
 کہ ہست بر آسمانِ معرفت مہرِ درخشانے
 ہیں وہ گیسو کہ جن کی قیدِ آزادِ دی جہنم سے
 وہی وائیل کی تفسیرِ زائد بھی تھیں مانے
 وہ پیشانی کہ جس کے واسطے کھنجرِ حرم آئے
 وہ جس کو دیکھ کر سجدے میں گر پڑتے ہیں تجانے

ہیں وہ محراب یہ ابرو کہ جھک جاتے ہیں سرکش بھی

کماں ایسی کہ خود آتے ہیں دل تیر نظر کھانے

وہ آنکھیں دیکھ کر جن کو ہوا ایساں کوثر پر

وہ آنکھیں جن کی سستی کی قسم کھاتے ہیں میخانے

وہ عارض جن پہ ہے نور محمد اس طرح تاباں

جسے صدیق کی نظریں ملی ہوں کچھ وہی جانے

وہ لب جن سے برستا ہے کچھ ایسے بادہ رنگیں

کہ جو خالی تھے وہ لب سریر ہو جاتے ہیں پیمانے

تبسم کی ضیا باری نے یہ کیا کہدیا اس سے؟

کہ بادل سے چھپا کر منہ لگی ہے برق شرمانے

تجلی گاہ ہے جس کی وہی جانے کہ کیا ہے دل

سُنے شمس و قمر سے یوں تو ہم نے اس کد افسانے

کرامت ہاتھ کی پوچھے کوئی تسبیح سے اُن کی
 ہوئے یک دل پروئے اس طرح بکھری ہوئی دانے
 ہیں اُن کے پاؤں وہ جن پر محبت سر جھکاتی ہو
 خدا کرتے ہیں اُن قدموں پہ عقل و ہوش فرزانے
 قتیل جلوہ او باز میر و ازمنائے
 کنم برپائے اوستربان گریا بم و گر جانے
 یہی توصیف ممکن ہے کہ کہدیں ماعرفناک
 کہ جو منظور احمد ہو اُسے کیا کوئی پہچانے
 وہ یوں تو رونقِ عالم ہیں لیکن فاطمہ اُن کی
 حقیقت کوئی کیا سمجھے حقیقت کوئی کیا جانے



سلام بخضریت الانام

تو وہ محبوب ہے شاہِ عالی مقام رحمتیں چوم لیں منہ جو لے کوئی نام
تیری تعریف کرتا ہے رب کا کلام وحشیوں کو کیا خلق سے تو نے رام

السلام السلام السلام

ن ترانی سنا جو ہوا ہم کلام تجھ کو بھیجا گیا وصل کا خود پیام
قاب قوسین اودنی تیرا مقام تیرے رتبے میں شک مع منوں پر حرام

السلام السلام السلام

تھا تقاضا یہی شانِ محبوب کا کہ تیرے نام کا سب سے پردہ رہا
تو ہے یسین و ظہ الکرآ آیا چھپ چھپ کے قرآن میں تیرا نام

السلام السلام السلام

اے کہ ہے فیض سے تیری روشن قمر اک ذرا سی توجہ خدا را ادم

جس پہ ڈالے ترحم سے تو اک نظر رحمت خاص حق اسق ہوگی مدا م

السلام السلام السلام السلام

شکر ہرگز نہیں یہ خدا کی قسم یہ وضو ہے کہ الفت میں ہو چشم نم
ستہ یہ سجدہ کہ میں چوم لوں وہ قدم ہو کے حیراں کھڑا ہوں تو یہ ہے قیام

السلام السلام السلام السلام

جب شفاعت کا منصب تمھارا ہوا بس تو پھر پارسیٹا ہمارا ہوا
مالکِ یومِ دیں کا اشارہ ہوا رک گیا حشر دیکھی جو شانِ خرام

السلام السلام السلام السلام

قبر میں بھی تصویر میں جو گم رہا اُس کو کیا ہو خبر جو آنکھوں نے کہا
تیری تصویر ہو سامنے گر شہا کیا مری قبر میں ہو فرشتوں کا کام

السلام السلام السلام السلام

ان کی بیچارگی پر تو ہی رسم کر تیرے صدقے میں ہو اب فغاں میں اثر

منہرِ رحمتِ حق ذرا اک نظر تیرا منہ تک رہے ہیں یہ ہندی غلام

السلام السلام السلام

دل میں تیری محبت کی تنویر ہو کاش اب خوابِ الفت کی تعبیر ہو

سامنے قیصری کے وہ تصویر ہو پھر نہ آئے اسے ہوش دیدی وہ جام

السلام السلام السلام



COPY-RIGHT-RESERVED

دیباچہ

اس کلام کے بارے میں صرف چند سطریں لکھ دوں۔ اس میں ایک مصرعہ بھی سوائے اللہ اس کے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اپنے شیخ طریقت کے کسی کے لئے نہیں لکھا گیا۔ میں نے کبھی کلام کی اشاعت کا تصور بھی نہیں کیا۔ میاں ادا م اللہ فیوضہم (میرے پیر طریقت) نے ایک مرتبہ (آخر ۱۹۲۸ء) فرمایا ”لکھا کرو“ اور دسمبر ۱۹۲۸ء سے خود بخود زبان پر چند شعر آ گئے۔ جنوری ۱۹۲۹ء سے اسی طرح بے اختیاری کی شاعری ہونے لگی جو بلا انتخاب اس مجموعہ میں موجود ہے۔ میں نے کسی سے اصلاح نہیں لی۔ صرف اپنے آقا کو سنانے کے لئے لکھتی تھی۔ کسی سے کیا اصلاح لیتی؟ کوئی شعر حذف نہیں کیا، دل دکھتا تھا۔ جب گیارہ شعر یا تیرہ (۱۳) شعر ہو جاتے، غمزدل ختم کر دیتی۔

یہ سب ۱۹۲۹ء سے ۱۹۵۱ء تک کا کلام ہے۔ پھر کلام کا رنگ بدل گیا اس لئے شائع نہیں کیا جا رہا۔ میاں ادا م اللہ فیوضہم کے حکم کے مطابق لکھا تھا، انھیں کی خواہش کے مطابق اشاعت ہو رہی ہے۔ کلام اسی ترتیب سے طبع ہو رہا ہے جس ترتیب سے لکھا گیا تھا۔

فاطمہ قیسری رحیشا

نقشبندیہ منظوریہ

غزل

اللہ رے یہ شوخی قربان اس حیا کے
 انداز کچھ عجب ہیں ان کے نشان پا کے
 دل کو بھی ہو گیا ہے اندیشہ رقابت
 اے یادیار آج یہ دل حرم ہی اس کا
 کہتا نہیں نا الحق لیکن بتا دی کوئی
 میری تلاش میں ہیں دنیا و دین اب تک
 ہم اُن کو دیکھ لیں گے ذوقِ نظر سلا!
 کیوں بے کن ترانی روز ازل کیا کیوں
 پیچھے ہی رہ گئے ہیں عقل و ہوشِ ناصح
 وہ دل میں چھپ گئے ہیں ہی نظر بجا کے
 سراجِ دل گئی تہ سر کو پہان جھکا کے
 لیتا ہی نام اُن کا ہم سے چھپا چھپا کے
 شایانِ دوست کر دی ہر آرزو مٹا کے
 دیکھا تھا کس کو میں تُو ان کا نقا اٹھا کے
 میرا پتہ نہیں ہے اُن کا نشان پا کے
 اپنے وجود کا بھی پر وہ کبھی ہٹا کے
 مشتاقِ دیدہ ہم کو اپنی جھلکے کھا کے
 یہ راہِ عشق کی ہی میں کیا کروں بلا کے

نوٹ:- اسی غزل کے ابتدائی تین اشعار سے میری حقیقی شاعری کی ابتدا ہوئی (آخر دسمبر ۱۹۲۸ء) باقی اشعار
 مئی ۱۹۲۹ء کے ہیں۔

تیر نظر خدا را اب لکھدے نام ان کا ہر نقش ماسوا کا دل سے مرے مٹا کے

سرمیخانہ اب میں ہر دل میت آرزو بھی

ہوں بے نیاز منزل رہبر انھیں مٹا کے

غزل

کہ جب پاتا ہوں ظالم دل یونہی تسکین پاتا ہوں

کہ ان کا نام بھی لب تک ٹپٹپٹ کی شکل سے آتا ہوں

بخانہ التفاتِ یار سے کیوں گناہ پاتا ہوں

ہوں وہ کج بخت جو اس ستار سے سر اٹھاتا ہوں

وہ خود ظالم ہیں ورنہ ان کا تصور بھی ستا ہوں

کسی کی قید میں جا کر رہا فی کون پاتا ہوں

تڑپ بیکر جگاتا ہوں سکون ہو کر سلاتا ہوں

تڑپتا ہوں مچلنا ہوں اچھا لکڑو بجاتا ہوں

وہ خود آئین کہاں ممکن ہے جب یہ ناز کا عالم

کبھی ڈرتا تھا ان کی بے نیازی سے لگا بٹل

یہاں کی سر بریزی ہیں پوشیدہ سرافزائی

کبھی لاتا بھی ہوں دل تک پر وڈا لکڑا لکھوں

وہ نظر کیوں عیثِ نذرانہ دل مانگتی ہیں اب

بتاؤں کیا کہ کیسے ڈپٹتا ہوں کرم ان کا

تڑپتا ہے مراد دل قیصری یوں جس طرح طائر
 قفس کی تیلیوں سے ہو کے زخمی پھڑپھڑاتا ہے

غزل

کیوں حیا کی آڑ میں بیدا و گر ہو جائیو	آپ چھینو کے لئے درد جگر ہو جائیے
کون اب کرتا پھری دنیا میں جلوں کی تلاش	آئیے اور آ کے مجھ میں جلوہ گر ہو جائیے
خون دل بن کر برسے میری آنکھوں سے کبھی	اور کبھی آہوں کی پڑی میں تر ہو جائیے
آپ گر لجائیں تو مانگوں میں فردوس بھی	میری دل کی سب عاؤں کا ثمر ہو جائیے
تیرو نشتر سے بکھے کیا زخم دل کی تشنگی	درد اٹھ کر چوم لے ایسی نظر ہو جائیے
مصلحت کہتی ہے خطرہ جان کا عشق میں	دل یہ کہتا ہے کہ بس سینہ سپر ہو جائیے
رستگاری کی تمنا کیا کہ اس کی ہر ادا	کہہ رہی ہے قید میں بربال پر ہو جائیے
غیر کی منت اٹھانا کیوں گوارا ہو مجھ کو	آپ ہی کا درد ہے خود چارہ گر ہو جائیے

آخر آخر نامرادی ہی مراد عشق ہے کیوں نہ پہلے ہی دعا بی اثر ہو جائے
 آپ کا پھر نام بھی لب تک آئے بی حجاب جو صدف میں بند ہو ایسا گہر ہو جائے
 ہو گیا دل آپ کی جانب کسے کیا فاطمہ
 دیکھ کر نیکی سی اب خود ادھر ہو جائے

غزل

آہ کب تک ہم یوں ہی دیوار و در دیکھا کریں
 آگہ اب مسجود ہی کے سائے سجدا کریں :
 آج پھر اپنی حبیبیں وقف نشانِ پا کریں
 نالہ و آہ و فغاں سے حشر پھر برپا کریں
 روکتا ہے حشر میں جانے سے رائی جلال
 آہ کیا ہم انتخابِ دوست کو رسوا کریں

کہہ رہی ہے عشق کی غیت سیرِ شوق دید سے

خلوتِ دل میں بھی وہ کیوں بی حجاب آیا کریں

بے نیازی اک ادا ہے ورنہ ممکن ہی نہیں

جاں بلب ہوں ورو سے ہم اور وہ دیکھا کریں

ہو گیا گم اس کے جلووں میں جہانِ آرزو

وہ نظر کے سامنے ہے اب تمنا کیا کریں

بے نیازی دیکھ کر ہو جائیں ہم بھی بے نیاز

ترس وہ کھائیں نہ کھائیں ہم یوں ہی تڑپا کریں

دار سے ڈرتے نہیں منصور بس یہ ہے لحاظ

راز ہے پردہ میں کا کیوں اسے افشا کریں

دیکھ کر ہوں صورت آئینہ حیران و خموش

ہوش پھر باقی نہ ہوا تنہا کہ ہم سجد کریں

نام ہی لیتے رہیں لے کاش وہ نوری رقیب

اور ہم خاکی کسی کی ذات کو دیکھا کر میں

جب حریم دوست میں بھی یہ سکوں پاتا نہیں

قیصری ہم اپنے اس بچین دل کو کیا کریں

غزل

یار گاہ دوست میں بس خروجاہیں ہم

دیکھ مایوسی نہ کر دے میری دل کا درد کم

اور در و شوق سیاں خشک لب میں شکھنم

ہم گداؤں کو لٹو ہے کاسہ دل جامِ جم

ہے ہمارے عشق کی رنگیں کہانی مرسوم

ظلم ہوتا جا رہا ہے میرے ظالم کا کرم

ہو چکا خونِ تمنا پائے رنگیں کی قسم

ہی امید و یاس ہی کی کشمکش میں لطفِ غم

کر رہا ہے اہتمامِ خشک تر وہ دنیا ز

سیرِ دنیا سی غرض کیا دیکھتی ہیں عکسِ یار

رابطِ حسنِ عشق ہی ہی یہ کہ تیغِ یار پر

آہ اب کس کس ادا پر جانِ دل کھوؤں تثار

دیکھ کر قاتل کو اپنے سامنے منہ بکھنکھ
 زخمِ دل کی آرزو ہر چوم ڈی تیغ و دودم
 ہوش سے کہہ دو نگاہِ یار کی مستی گواہ
 ہے دلِ مدہوش پر اب حکمِ دانائی ستم
 نجیب میں مغل میں ساقیِ لطیف کیا قیصری
 اب ہمارے واسطے ہے بادِ گلرنگ ستم

غزل

کچھ عجب انداز سے مجھ میں سما جاتے ہیں وہ
 دیکھتا ہوں آنے لیکن نظر آتے ہیں وہ
 درد بھی آتا ہے اُن کے ساتھ جب آتے ہیں وہ
 بن کے پیکانِ نظر دل میں اُتر جاتے ہیں وہ
 کیا کہوں یارب جیسا ہے یا ادا ہے یا ستم
 سامنے ہیں اور تجھ کی میں چھپے جاتے ہیں وہ

حسنِ شبِ ہائے قمرِ رینی صبح بہار

ساتھ اپنے جنتِ قلب و نظر لاتے ہیں وہ

ہٹ کے اُن کے رخ سے نظریاں طرفِ پُر زلگیاں

دیکھ کر شانِ جنونِ عشق شرماتے ہیں وہ

جن پہ پڑ جاتی ہے مہرِ معرفت کی اک نظر

”روند کر سارے ستارے چاند ہو جلتے ہیں وہ“

ہو گئی ہے عندلیبوں سے بھی مجھ کو اب خلش

کیوں گلوں کے سامنے نغمہ ترا گاتے ہیں وہ

آہ وہ انداز! واعظِ عاصیوں کے دل سے پوچھ

کس طرح رحمت پہ اپنی ناز فرماتے ہیں وہ

لے کر سچا ذمہ نہیں محشر پہ ہو اختیار وعدہ فردا سی کیوں کر پاتا ہے وہ؟

۱۔ یہ مصرعہ ہمارے ایک بھائی کا ہے۔ میں نے اس پر گرہ لگائی ہے۔ غزل بھی اسی مصرعہ پر خربائش کہی تھی۔

غزل

میری نظروں میں کچھ ایسی سیکی تپا ہوں وہ
 وہ انھیں غم سہی لیکن رہی اس کا لحاظ
 ہو گیا ہر اس سے چرچا اور بھی کچھ حسن کا
 کون سمجھائی کہ ان کی یہ ادا بھی ہے ستم
 بدگمانی ہو ورنہ میں کہاں شکوہ کہاں
 اپنے غم پر ہوں پشیمان دیکھ کر چہرہ اُداس
 چھوڑ کر شانِ تغافل بٹ جاتی ہیں وہ
 لے لے دل پر غم تری نالوں گھبراتی ہیں وہ
 ورنہ میری عشق کو خاطر میں لباتی ہیں وہ
 یاد کر کے اپنی جور و ظلم شر ماتی ہیں وہ
 میں تو چپے حشر میں کچھ گھبراتی ہیں وہ
 کاش سمجھا دی کوئی کیوں میرا کھا ہوں وہ
 کاش سمجھا دی کوئی کیوں میرا کھا ہوں وہ

فاطمہ ہے ہجر کا اک مشغلہ یہ انتظار

دل کو بہلاتے ہیں یونہی ورنہ کب آتے ہیں وہ

غزل

آکھ اشکوں کی اب شراب بھی ہے
 دل کا ٹوٹا ہوا رباب بھی ہے
 خود نمائی بھی ہے حجاب بھی ہے
 آئینہ ہے مگر نقاب بھی ہے
 پھیر کر منہ وہ دیکھتے ہیں ادھر
 بولتے بھی نہیں خطاب بھی ہے
 کیا وہ جنت ہی دیں گے بدلے میں؟
 عشق کا اور کچھ جواب بھی ہے!
 ہر ستم میں ہے جلوہ فرمانی
 اور پھر شرک پر عتاب بھی ہے

عرض کی ہوں میں تشنہ دیدار
 ہنس کے فرمایا تم میں تاب بھی ہے
 جو ہے زاہد کسی کی آنکھوں میں
 تیری جنت میں وہ شراب بھی ہے
 ہائے ذروں پہ ہو گئے مائل !
 یہ نہ سمجھا کہ آفتاب بھی ہے
 مجھ کو بھی بے حساب بخشش یا
 تیری رحمت کا کچھ حساب بھی ہے؟
 عشق پر موت ہے حرام مگر
 جس میں زندگی عذاب بھی ہے
 کوئی کیا چھپ سکیگا سرِ محاسن !
 حسن کی اک ادا حجاب بھی ہے !

غزل

وہ یوں تو نظروں کے سامنے ہیں مگر ہے مجھ سے حجاب تک
 کہ اُن کے رُخ پر پڑا ہوا ہے میری نظر کا نقاب اب تک
 ہمارے دل کے شکستہ تاروں سے اب بھی نغمے اُبل رہی ہیں
 کہ جس کو چھیڑا تھا اس نظر نے وہ بچ رہا ہے رباب اب تک
 یہ حشر کا دن ہے برسرِ عام اُن کا دیدار ہو رہا ہے
 مگر نظر بھر کے دیکھنے کی نہیں کسی میں بھی تاب اب تک
 جسے عطا تو نے خود کیا تھا وہ تو ہی لے خالقِ محبت!
 کہ اس جہاں میں نہیں ملا ہے مری وفا کا جواب اب تک
 کبھی جو دیکھی تھیں اپنے ساقی کی مست بادہ فروش آنکھیں
 ہماری نظروں سے میکرے میں برس رہی ہو شراب اب تک

کہاں ہیں ہجر میں یہ فرصت کہ تارے گن گن کد رات کاٹیں
 کہ دیکھتی ہیں ہماری آنکھیں کسی کارنگین خواب اب تک
 ہماری آنکھوں سے اب بھی آنسو تارے بن کر برس رہی ہیں
 ہمارے پہلو میں داغ الفت ہے غیرت آفتاب اب تک
 میں تیرے قربان میرے رہبر بتا کہ آبِ حیات کیا ہے
 کہ دے چکے ہیں فریب مجھ کو نہ جانے کتنے سراب اب تک
 لزر رہے ہیں فلک کے دامن پہ آج بھی بے شمار آنسو
 تمہارے غم میں ہے زرد چہرہ اُداس ہی ماہتاب اب تک
 شکنجہیں پر بکھنچے ہوئے لب لکر بستم چھپا چھپا سا
 کسی طرح بھولنا نہیں ہے کسی کا دلکش عتاب اب تک
 چھپائے ہیں کسی کے دامن نے قیصری سب گناہ لیکن
 چھوڑا ہے ضمیر شتریہ ہو رہا ہے عذاب اب تک

ضل

غمِ دنیا میں آنسو چشمِ تری کار کھوتی ہے وہ خود لیتی ہیں اس میں وہ نایاب مٹی ہے
 نہ جانی کس کی خاطر گو ہر انجم پڑتی ہے کہ جیت میں جاتی ہے آخر رات مٹی ہے
 برس پڑتی ہیں آنکھوں سے ہماری پارہ دل نظر ان کی کچھ اس انداز سے نشتر چھوتی ہے
 نہ ہو جا کہیں رازِ محبت فاش محفل پر کہ اشکوں کو دامن میں مٹی تصویر مٹی ہے
 ذرا کہندو گل کر ہوش آئے خانہ دل میں چھپا کر بخودی سو منہ کسی کی یاد مٹی ہے
 خدارا پیچ لے سائل کہ اب کھر محبت میں سفینہ میری آمیدوں کا یوسی ڈبوتی ہے
 چراغِ آرزو بجھتا ہے جس کے جھونکوں سے میری تقدیر منسپڑتی ہے اور تدبیر مٹی ہے
 وضو ہوتا ہے خونِ دل سے جد پائے قاتل پر تہہ مخرابِ خنجر یوں نمازِ عشق مٹی ہے

مہاک اٹھتا ہے عالم داغ کو پھولوں سے ریچکا نہ

محبت جب بھی دل میں آنسوؤں کا بیج بوتی ہے

غزل

(ابا جان کے فراق پر)

یہ نہ تھا معلوم یوں بھی روٹھ جائے گا کوئی

ڈھونڈنے سے بھی پتہ اُس کا نہ پائے گا کوئی

ہم سمجھتے تھے کہ سنتے ہی گزر جائیں گے دن

ہائے کیا معلوم تھا یوں بھی رولائے گا کوئی

ہم نے کھوئی ہے محبت مال و زر کھویا نہیں

اور یہ کھو کر بھی ہمد چہن پائے گا کوئی؟

واقعی کیا میری نظریں اب نہ دیکھیں گی؟

کیا یہ سچ ہے میرے گھر میں بٹا آئے گا کوئی

ہائے! اب فریاد کیا دل میں شکایت بھی نہیں

روٹھ بھی جائیں تو کیا آکر منائے گا کوئی

قیصری فانی کی اُلفت میں لقا ہوتی نہیں

اب تو باقی ہی سہ اپنی لو لگائے گا کوئی

آرزو میں ملتفت ہو کر جگائے گا کوئی (غزل)
 پھر قیامت اس دلِ مردہ میں لائے گا کوئی
 اے مری ٹوٹی ہوئی امید سننے دے ذرا
 دل کی دھڑکن کہہ ہی ہے آج آئے گا کوئی
 پھر بدل جائیں گی یہ رکیاں انوار سے
 نور بن کر پھر فضاؤں دل پہ چھائے گا کوئی
 بٹے یہ بڑا اختیارِ آنسوؤں نے کہ دیا
 ان کا رازِ درد اب کیسے چھپائے گا کوئی
 چھپ کر دیکھے تو مضر اب نظر سی میرا دل
 نغمہ بٹے غم سی پھر یہ ساز پائے گا کوئی
 دیر ہے جامِ مئے لیکن نگاہیں پھیر کر
 لائے ساقی اس طرح کیا کیف پائے گا کوئی
 میری نظروں میں سمٹ کر اس کے جاوے آچکو
 ہجر میں تڑپا کے اب کیسے ستائے گا کوئی

شکر ہے ناراض ہو جاتے ہیں اکثر بے سبب

یہ تو سمجھا قیصری خود ہی منائے گا کوئی

غزل

یہ کس کا حُسن یوں چھپ چھپ کے پیدا ہوتا جاتا ہے
 کہ اب ذوقِ جبین ہر در پہ رسوا ہوتا جاتا ہے
 وہ ہر دم سانسے ہو کر نظر آتا نہیں مجھ کو
 مرا پردہ نشین آنکھوں کا پردا ہوتا جاتا ہے
 خدا معلوم یہ توحید ہے یا شرک ہے یا رب
 کہ ہر قطرہ انا الحق کہہ کے دریا ہوتا جاتا ہے
 کرشمہ زائیاں ہیں آفتابِ ذرہ پرور کی
 جہانِ دل کا ہر ذرہ ستارا ہوتا جاتا ہے
 الہی خیر رکھنا بخود ہی کی اب خبر کس کو؟
 کہ ان کے غم میں اپنا حال کیسا ہوتا جاتا ہے

کبھی دیران تھا دل آگئے وہ اور بہار آئی
 گلستانِ محبت اب یہ صحرا ہوتا جاتا ہے
 کسی کے دامنِ رحمت میں چھپکر یوں ہو ا روشن
 کہ اب داغِ محبت دستِ موسیٰ ہوتا جاتا ہے
 لٹاتا جا رہا ہے عشق کے قدموں پہ دانائی
 ہمارا یہ دلِ نادان دانا ہوتا جاتا ہے
 تصرف ہے یہ کس حنِ محبت ساز کا یارب
 کہ جس کو غیر سمجھا تھا وہ اپنا ہوتا جاتا ہے
 نہیں آئے وہ جھپٹ لوں میں کیسے تازگی آئے
 مری نظروں میں اب گلشن بھی صحرا ہوتا جاتا ہے
 جسے ہونا تھا حاملِ دوست کے جلوؤں کا سرِ پیکانہ
 وہی دل ہائے کیوں وقفِ تمنا ہوتا جاتا ہے

ناتوانی

حُسن کے آستان کو چوم لیا
 اور پھر سر کو رکھ کے سجدہ میں
 کب ہے شایانِ آستان جیسیں
 ہے مگر تیرے در میں ایسی کشش
 آستانِ حبیب جھوم گیا
 حُسن نے اپنے دردِ دل کو مگر
 ہنس کے ٹھکرا دیا ہر ایک سجدہ
 ہاں مگر اس ادا نے چھیڑ دیا
 خون کے آنسوؤں سے کر کے دھو
 اہل سمجھا ہے بے نیازی کا
 ایک دن عشق نے بجز و نیاز
 عرض کی عشق نے کہ سجدہ نواز
 کب ہے محمود کے قابل یہ ایاز
 کون سجدہ سے رہ سکے گا باز
 دیکھ کر عشق کے سجدہ نیاز
 رکھ لیا عشق کی نگاہ سے راز
 حُسن ہوتا ہی ہے سراپا ناز
 عشق کے دل کا سب سے نازک ساز
 حُسن کے شکر یہ میں پڑھ لی نماز
 اس کرم پر نثار میسرِ نیاز

حُسن کی بے نیازیوں کی قسم عشق اس سے ہوا ہے سراسر افراز
 ہو گئے ہمکنار سرِ یحسانہ
 عشق کا عجز اور حسن کا ناز

غزل

پارہ ہا دل سی پھر اک گلستاں پیدا ہیں مسکراؤ حسن وہ رنگیں سماں پیدا کریں
 آگیا آخر لبوں تک نالہ آفاق سوز وہ سنبھل کر اپنے آنا بے فغاں پیدا کریں
 خوف ہی غیرت نہ آجائی تری توحید کو ورنہ ہر چہرے تیرا آستاں پیدا کریں
 تاب نالوں کی مری لائیر گا کیا چرخ کہن پھر فرشتوں سی کہو اک سماں پیدا کریں
 دل بنالیں عشق کی قابل نگاہیں ست کی بجلیاں خود اپنی خاطر آشاں پیدا کریں
 پھول پھل لائے جہاں نخل تمنائے حبیب دانہ ہائے اشک سے وہ گلستاں پیدا کریں
 پستی عالم کہاں اور عشق کی رفعت کہاں ذرہ ہا دل سی خود اپنا جہاں پیدا کریں

جان دیدنِ جل کو خاشی ہو اکی آگ میں صورت پر وانه وہ سوزِ نہایت اکر میں
 کیا سنائیں قصہ دل آہِ عصرِ نو ہر یہ سوچ کر سب کس میں قوتِ استان پیدا کر میں
 قوت پر واز بھی آجائو اسکی ساتھ ساتھ دل میں گر پھر آرزو آشیان پیدا کر میں
 ہے عطائے دوستِ جنت ہو کہ دوزخِ فاطمہ
 دل میں کیوں اندیشہ سود و زیاں پیدا کر میں

غزل

بھڑکے جنونِ عشق کے شعلے بہار میں
 اور اس طرح کہ آگ لگا دی قرار میں
 شاید وہ آ بھی جائیں تو آئے نہ اب قرار
 کچھ اتنا بے قرار ہے دل انتظار میں

اس زندگی کے بعد بھی ہے سوز و سازِ دل
 محدود کیسے عشق ہو عسیر شرار میں
 ہیں وہ قریب پھر بھی ہے دل کو غمِ فراق
 زردی خزاں کی چھا گئی گل پر بہار میں
 تیرے بغیر اور بھڑکتی ہے دل کی آگ
 کیا کیف مل سکے گا ہمیں لالہ زار میں
 شاید کہ آج آگئی دل میں کسی کی یاد
 بوئے فنا ہے پھر مرے اشکوں کو ہار میں
 اپنے جلو میں راحت صبر و سکون لئے
 یہ کون آگیا ہے دل بے قرار میں
 دیں کس طرح حساب گناہ و ثواب کا
 ہم کھوکھو کے رہ گئے ہیں جمالِ نگار میں

مضرابِ غم سے چھیڑ دیا کس کی یاد نے و
 نفی تھے جو خموش مرے دل کے تار میں
 زاہد ہیں تو باغِ ارم بھی نہیں پسند
 تڑپائے گرنہ عشق وہاں کی بہار میں
 طوفان ہی سے لطف ہے دریائے عشق کا
 ہر چند ہو سلامتی اُس کے کنار میں
 (۲) ہے خونِ آرزو کی جھلک لالہ زار میں
 تیرے بغیر آگ لگی ہے بہار میں
 راجحانہ اس سے اور تڑپتا ہے میرا دل
 پہاں ہے کچھ عجیب ستم لطفِ یار میں

غزل

میری چین کی شان نرالی ہے آجکل
 گم ہو گئی ہے اُن کی تجلی میں کائنات
 زخموں نے اپنی دل میں بڑی اشتیاق کو
 نظروں کے سامنے ہی سیسا نفس کوئی
 دیتے ہیں ہم کو خود وہ سرِ بزم ناز سے
 بادل نہیں یہ دامنِ حمت کسی کا ہے
 خلوت کدے میں ن کسی کا گذر کہاں
 واعظ ہیں بزمِ تری رنگیں بیاباں
 رقصاں ہر اک پھٹل کی ڈالی ہے آجکل
 علم وجود غیسے خالی ہے آجکل
 اُن کی نگاہ ناز چھپالی ہے آجکل
 بیمارِ غم کے رخ پہ بجالی ہے آجکل
 جامِ شرابِ چاہ کی پیالی ہے آجکل
 یوں حسن آفتاب جمالی ہے آجکل
 ہر آرزو سی دل مرا خالی ہے آجکل
 جنت بھی ایک وہم خیالی ہے آجکل

تھا قیصری جو درد بھی ہمدِمِ فراق

اس سے بھی ہم نے آنکھ چرائی ہے آجکل

غزل

کرتے ہیں یاد اُن کی ہر آرزو مٹا کے
 کعبہ بنا رہے ہیں مندر گرا گرا کے
 وہ اب بھی چھپ رہی ہیں قربان اس حیا کے
 گو دیکھ بھی چکے ہم ہر اک جابا بٹھا کے
 ان کی ہنسی کی صنو سے لو پھر وہ جل اٹھی ہو
 کیوں مہنس پڑی تھی شمع اُمید وہ بجھا کے
 کیوں آنکھ بند کی ہے میں جانتا ہوں
 پہونچے ہیں غیس کے گھر میری نظر بچا کے
 جب تک نہ رو کوئی جاتا نہیں ہر غصہ
 اللہ اب تو من جا ظالم مجھے رولا کے

لو اب وہ کہہ رہے ہیں غیروں کے میرا قصہ

اب تک تو جھنپتے تھے ہم خود اُنہیں سنا کے

غصہ سے مجھ کو دیکھا پھر مسکرا پڑے خود

اللہ کتنے خوش ہیں وہ بکلیاں گرا کے

کیوں کوئی تم کو دیکھے کس کی مجال ہے یہ

رکھ لیں گے دیکھ لینا دل میں تمہیں چھپا کے

چھینا ہے اب تصوّر پھر تاکہ ہم نہ دیکھیں

سایحانہ اک خیالی تصویر بھی بنا کے

میں تو ہے بہت ہی جلد
اب وہی طرحی واسطہ بن گیا
میں تو ہوں اب بھی بے نیکی
میں تو ہوں اب بھی بے نیکی

غلز

آستانے سر اٹھ کے جائے کون گر کے سجدی میں سر اٹھائے کون
 جس نے ہر اک سے بیوقوفی کی ایسی دنیا سی جی لگائے کون
 میری شکوہوں پہ طنز کرتے ہیں ایسے کمزور کو ستائے کون
 جان و دل تذر کو نہیں باقی ہم کو محفل میں بلائے کون
 بخودی سے خفا ہر ان کی یاد بلائے اب مجھے دل میں آئے کون
 اس زمانے میں اور مئے الفت کون پیتا ہے اور پلائے کون
 ضبط نے ہونٹھ سی دیئے میرے حالِ دل بٹانھیں سنائے کون
 وہ گئے دل بھی ان کے ساتھ گیا اب محل کر انھیں بلائے کون
 دل نے بھی کہہ دیا ہر آنکھوں سے راز پر وہیں چھپائے کون

قیصری کس کو ان کی چاہ نہیں

رشاک سے اپنا جی جلائے کون

دُعا

نہیں خواہش مجھ یارب کہ مجھ کو دولت و زور دے
 مگر کچھ آرزوئیں ہیں اگر تکمیل تو کر دے
 مسلمانوں میں پیدا پھر کوئی شیر خدا کر دے
 مرے معبود پھر ہم میں کوئی خولہ سی دختر دے
 میرے قہار تیرے سطوت و جہتِ سرور کا صدقہ
 مثالِ حضرتِ خالد کوئی پھر ہم کو صفدر دے
 وہ جس کو دیکھ کر باطل لرز اٹھے سہم جائے
 مری بہنوں کے نازک ہاتھ میں یارب وہ خنجر دے
 علمِ اسلام کا نیچا نہ ہو گو ہاتھ کٹ جائیں
 ہمارے نوجوانوں کو الہی عزمِ جعفر دے

اٹھانی ہے مجھے تلوار تیرے دین کی خاطر
 مرے کمزور ہاتھوں میں الہی بجلیاں بھروسے
 عطا ہو جستجوئے حق کی خاطر عزمِ سلما فی
 الہی عشق مولیٰ عشق احمد عشق رہبر دے
 سکھا دے اے غنی پھر بے نیازی ہر دو عالم سے
 الہی پھر وہی تقویٰ و ہی زہر ابو ذر دے
 وضو کرتی ہے یارب تیری الفت جس کو شکوں سے
 ترے محبوب کا صدقہ مجھے وہ دیدہ تر دے
 صداقت جب بھی آئے سامنے سر میرا جھک جائے
 خدایا مجھ کو فوقِ حضرت صدیق اکبرؑ دے
 میری آنکھوں میں حسرت ہو تو دیدارِ نبیؐ کی ہو
 مرے دل میں فقط عشقِ جمالِ روئے انور دے

عطا ہو مجھ کو وہ دل جس میں کی ہی محبت ہو جو جھکے تیری ماضی کی آگ مجھ کو وہ سرے

مجھے پابندی دنیا سے رکھ آزاد دوسے پروا

نگران گیسوؤں کی قید میں بے بال و پر کر دے

خدا یا بھول بیٹھے ہیں قفس میں آشیانے کو

ہو جن سے عشق کی پرواز ممکن ہم کو وہ پر دے

بہت باطل نے یارب اب جہاں میں سر اٹھایا ہو

اسے اک مرتبہ پھر حق گے آگے سرنگوں کر دے

ترے مجبور بند آج تیرے در پہ آئے ہیں!

کرم فرما مرے دریاں ان کی جھولیاں بھر دے

زمانے کو یہ دے فرمان ماضی کو وہ دہرائے

کہ پھر سائیں ان کی نظروں کی آگ وہ سماں کر دے

تیری ریت کا کو کافی ہوا اک گوشہ مدینہ میں میں کب کہیں یا مجھ کو جنت میں کوئی گھر دے

غزل

پڑ جائے اور پر وہ ہماری نظر نہیں

یہ دل ترا ہے غیر کا اس میں گزر نہیں

ہے بار بار عرضِ تمنا میں ایک لطف

زاہد نہ کر یہ طعن دعا میں اثر نہیں

وہ چاہتے ہیں انہ کہیں بچ کے جائے دل

ہم صبر کر چکے ہیں کہ کوئی مفہ نہیں

شائد میں اُن کو منہ نہ انکار سکوں

ہر چند مجھ کو خونِ تمتا کا ڈر نہیں

ہے اُن کے رخ پہ یا مری آنکھوں پہ ہر حجاب؟

وہ چھپ گئے ہیں یا مجھے تابِ نظر نہیں؟

جاتی نہیں ہے دل سے محبت کی روشنی

یہ میرا داغِ عشق ہے شمس و قمر، ہیں

ٹھکرا بھی دیں مجھے تو کہاں اُٹھ کر جاؤں میں

میری جبین کو واسطے اب کوئی در، نہیں

اس عشق کا بھلا ہو کہ سب کچھ مٹا دیا

دُنیا تو خیر اب مجھے عقیقی کا ڈر، نہیں

مجھ کو ڈرا سکیں گے نہ دنیا کے پنج و غم

یہ قید خانہ مردِ مسلمان کا گھر، نہیں!

آغوشِ دل میں دردِ غمِ عشق چھپ گیا

اب میرے ہونٹ خشک نہیں آنکھ تر، نہیں

سَکھاندا اب کسی سے رقابت نہیں ہی

غیروں کا ہوش کیا مجھے اپنی خبر، نہیں بڑ

غزل

الہی خیر یہ کیا میری حالت ہوتی جاتی ہے
 مجھے کیا واقعی اُن سے محبت ہوتی جاتی ہے؟
 مجھے اپنے بھی کیوں اب اجنبی معلوم ہوتے ہیں
 مجھے کیوں رفتہ رفتہ سب سے وحشت ہوتی جاتی ہے؟
 مراد دل چپکے چپکے کیوں مجھے منطّوم کہتا ہے
 ستم میرے لئے کیوں ہر عنایت ہوتی جاتی ہے؟
 تصور سے بھی اس کے اب مراد دل کانپ جاتا ہے
 جدائی کی گھڑی روزِ قیامت ہوتی جاتی ہے
 مری اب ان کے نظارہ سے سیری کیوں نہیں ہوتی
 کہ جتنا دیکھتا ہوں اور حسرت ہوتی جاتی ہے

میں چاہوں بھی تو یہ محفل سے کیوں ٹھٹھنے نہیں دیتا
 یہ آخر دل کو کیوں مجھ سے بغاوت ہوتی جاتی ہے؟
 یہ رہ رہ کر کساک ہوتی ہے کیوں یار مجھے دل میں
 یہ کیوں اکثر مجھے رونے کی عادت ہوتی جاتی ہے؟
 اگر چاہا تھا اُن کو خیر مجبوری تھی لیکن اب :
 جو اُن کو چاہتے ہیں اُن سے الفت ہوتی جاتی ہے
 خیالِ نقشِ پا سجدوں میں بھی اب کیوں نہیں جاتا۔
 مری سجد کیا تیری محبت ہوتی جاتی ہے؟
 اسی پر وہ میں چھپ جاتا ہے میرا دردِ الفت بھی
 یہ بیماری تو میرے حق میں نعمت ہوتی جاتی ہے
 بہر صورت کسی کا ذکر تو ہر بار ہوتا ہے :
 میں سچ کہتا ہوں نا صبحِ تجھ سے الفت ہوتی جاتی ہے

نہ جانے مجھ کو کیا غم مگر وہ ترس کھاتی ہیں
 مری آنکھوں میں پیدا ایسی حسرت ہوتی جاتی ہے
 نہ جانے باتیں کرتی کرتی کیوں میں کھوسا جاتا ہوں
 یہ میری بیخودی وجہ شکایت ہوتی جاتی ہے
 و ظائف بھی تو یارب مجھ سے اب پوری نہیں ہوتے
 کہ نذرِ محویت میری عبادت ہوتی جاتی ہے
 نہ جلنے قیصری اس عشق کا انجم کیا ہو گا
 ہماری تو ابھی سے غیر حالت ہوتی جاتی ہے

کہ وہ آئیں جو مگر عام میں میری شفا کو
 ابھی بخشے خود ہی بھلا کیسے گوارا ہو

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ

کاش توحید کی سکھا دے خو وہ کہ ہے لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ
 کاش حساسِ عشق بھی نہ ہے کاش مٹجائے دل سیو یہ من و تو
 میرا رہبر شبیر احمد ہے ہیں ادائیں وہی وہی خوبو
 اس کے گیسوئے عنبریں کی طرح ہر نفس میں ہو داغ کی خوشبو
 پھر نہ حائل نگاہِ شوق بھی ہو کاش اس طرح سامنے ہو تو
 مجھ سے چھپ چھپ کے میری پردہ نشین یاد کرتا ہے تجھ کو ہر بن مو

قیصری کیوں حرم نظر آئے؟

اس کے جلوئے عیاں ہیں جب ہر سو

غزل

آنکھوں میں اشک ہیں نہ مرے لب پہ آہ ہے
 اظہارِ غم بھی ان کی نظر میں گناہ ہے
 جو کیف ہے فراق میں وہ وصل میں نہیں
 ہم کیوں کہیں کہ حال ہمارا تباہ ہے
 اُمید کا چراغ بھی اب دے چکا جواب
 منزل ہے دور اور مری تار یکا ہے
 میری نظر میں پھول بھی بدتر ہیں خار سے
 گلشن بھی مجھ کو دشتِ بے آب و گیاہ ہے
 اب ان میں امتیازِ من و تو نہیں رہا
 کچھ ایسی میرے دل کو تری غم سے چاہ ہے

ہے جان بے قرار کہ قدموں پہ ہونشار

زخموں کے لب پہ مرجباتیہ گاہ ہے

مجھ کو سنبھالتا ہے یہ پیر مغساں کا حکم

اس میسکدے میں پی کے بہکنا گناہ ہے

وسعت میں اس کی گم ہیں زمین و فلک تمام

ہے عرش میرا دل کہ تری جلوہ گاہ ہے

ہے میرے در و عشق کو نسبت منیر سے

ہر اشک میری آنکھ کا اب رشکِ ماہ ہے

راتِ سخنِ آواز راہِ عشق میں آتا ہے اک مقام

سجدہ تو کیا نظر بھی جہاں پر گناہ ہے



بیتابی دل

اے چشمِ تصور اب مجھ کو اُن کا رخ زیبا دکھلائے
 اے بادِ صبا تو ہی جا کر پیغام یہ اُن تک پہنچا دے
 کیوں اب ہے تصور میں پردہ کیوں خیمہ اب میں بے آفتاب نہیں
 بیکار ہے پھر یہ فرمانا ”دیکھو غم میں گھبراتے نہیں“
 ظاہر میں اگر آسان نہ ہو وہ خواب میں آکر مل جائیں
 یوں خوشیوں کی مرجھائی ہوئی کلیاں سوتے میں کھلی جائیں
 فرصت نہ ملے اس کی بھی اگر تصویر تصور میں آئے
 ہو اس سے ہی سکین مری شائد نہ مراد لگھیرائے
 لو کہنے لگا دل جھوٹ ہے سب خوابوں سے تسلی کیا ہوگی
 جب آنکھ کھلی اور وہ نہ ملے کیسے انہیں پیدا کر لوگی

کر تو ہی کرم لے میرے خدا میری تو بڑی ہی شکل ہے
 جو وصل میں بھی تڑپا ہی کیا کجخت یہ وہ ظالم دل ہے
 آتے نہیں وہ اسے چین نہیں اب کس سو کروں یارب میں گلا
 ہے میری ہی شکل سرائیخانہ وہ ایسے لے دل ایسا ملا!

رازِ محبت

سنا ہے ایک دن کچھ اہل دل محفل میں بیٹھے تھے
 خموشی سے محبت کو پھیلے دل میں بیٹھے تھے
 تھے ان کے درمیاں حضرت جماعت[ؑ] رونق محفل
 شعائیں نور کی پھیلا رہا تھا ان کا روشن دل

نگاہیں تھیں دل بیتاب پر اور یاد ہوتی تھی
 خوشی ہی سے دردِ عشق کی فریاد ہوتی تھی
 مگر ہر ایک سے الفت کا ایسا ضبط مشکل تھا
 کوئی بیتاب ہو کر "اے مرے اللہ" کہہ اٹھا
 اہالیانِ مجلس سن کے حیراں ہو گئے اک دم
 ہوئی جب ختم یکسوئی پریشاں ہو گئے اک دم
 تعجب تھا کہ کیا رازِ محبت یوں بھی کہتے ہیں
 کہ سارے نقشبندی چپکے چپکے درد سہتے ہیں
 اسے حیرت سے دیکھا شیخؒ نے اور پھر یہ فرمایا
 "تمہیں اب تک کسی کا نام لینا بھی نہیں آتا
 محفلِ تویوں محبوب کو رسوا نہیں کرتے
 ہمارے سارے والے کبھی ایسا نہیں کرتے

غزل

مژدہ بادے وحشتِ دل وہ دیار آہی گیا

”کام آخر جذبہ بے اختیاریا آہی گیا“

نیند آنکھوں کی اڑا دی تھی آکر جس کے خواب

مژدہ باداے وحشتِ دل وہ دیار آہی گیا

محتسب ہیں اور اٹھاؤں منتِ جام و سبب؟

دیکھ کر ساقی کی آنکھیں کچھ خمار آہی گیا

مذتوں اُمید کے ہاتھوں رہا نیچین دل

یاس کی آغوش میں اس کو قرار آہی گیا

ترک نے کیسے کروں ہر جب یہ ساقی کا کرم

تو بہ میں نے جب بھی کی ابر بہار آہی گیا

یوں گلستانِ تصویر میں کھلے رنگین پھول

”میں یہ سمجھا جیسے وہ جانِ بہار آ ہی گیا“

کر چکے تھے ہم دلِ مایوس کو تندرِ خزاں

دیکھ کر ان کو مگر رنگِ بہار آ ہی گیا

غیر نے اُن سے کیا جب شکوہ جو روستم

نام میرا اُن کے لب پر ایک بار آ ہی گیا

ناصحا اس سے محبت میں خود تو کی نہیں

دیکھ کر ظالم پہ دل بے اختیار آ ہی گیا

وقتِ رخصت ان کی خاطر مسکرا نا ہی پڑا

گویا ہر جھوٹی تسلی سے تیرا آ ہی گیا

ہم کو بلواتے نہ وہ محفل میں زینحانِ مگر

”دل کچھ اس صورت سے تڑپا اُن کو پیارا آ ہی گیا“

آئینہ

آئینہ اے میرے پیمانِ وفا کی یادگار
 تیری حیثِ رانی جمالِ دوست کی آئینہ دار
 یاد ہے دیکھا تھا جس دن میں نے تجھ میں عکسِ یار
 یاد ہے کھویا تھا جب سرمایہ صبر و قرار
 نقش ہے دل پر کسی کا خود دکھانا تاز سے
 اور جھک جانا نگاہوں کا مری بے اختیار
 اُن کا فرمانا کہ جب آئینہ دل صاف ہو
 اس طسّح ہوتا ہے اس سے جلوہ حق آشکار
 ہے مگر اس کی صفائی منحصر تو حید پر
 غیر کی اُلفت ہے دل کو واسطے گرد و غبار

پھر دُعا میں نے یہ کی تھی تیرے اوپر رکھ کے ہاتھ
 بخشدے توحید کی توفیق اے پروردگار
 غیر کی جانب نہ اٹھیں پھر مری نظریں کبھی
 کاش ہو جلوہ کسی کا میرے دل سے ہمنار
 مسکرا کر اُن کا پھر آمین کہنا یاد ہے ❖
 اور میرا اس خوشی میں جان و دل کرنا نثار
 چومتا ہوں جس کو وہ عہدِ وفا ہے تو نہیں
 جس طرح پتھر کو چوماتھا عسرنے ایک بار
 دیکھ کر خالی تجھے آتا ہے یوں اُن کا خیال ❖
 جس طرح آئے خزاں میں پھول کو یا دیہار



غزل

سمٹ کر آگئے فردوس کے انوار آنکھوں میں
 کہ ان کا جلوہ رنگیں ہے اب خونبار آنکھوں میں
 جھلکتی یوں نہیں بے حسرت ویدار آنکھوں میں
 کہ ہم نے کر لیا ہے جذبِ حُسنِ یار آنکھوں میں
 اُسے دیکھا تو یوں کھینچ آیا قلبِ زار آنکھوں میں
 کیا پہلی نظر نے عشق کا استمرار آنکھوں میں
 نہیں کرنے دیئے دامنِ یہاں تک ضبطِ ذی آنسو
 چھپی ہے آج تک یہ دولتِ بیدار آنکھوں میں
 تری جنت میں جا کر بھی ہمیں کیا لطف آئے گا
 بسا ہے واعظا جب کوچہ دلدار آنکھوں میں

مجھے غم اور تجھ کو بے نیازی زیب دیتی ہے

پڑے کیوں غم کا سایہ تیری پُرا نوار آنکھوں میں

چھپا یا موت کے پردے میں بیمار محبت نے

نظر آنے لگا جب فکسِ یار آنکھوں میں

نہیں ہم محتسب ایسے کہ کچھ پیکر بہک جائیں

عبث تو ڈھونڈتا ہے نشہ کو آثار آنکھوں میں

بھلا اُن کے ستم کی دوسروں کو کیا خبر ہوتی

سوالی تھیں مری نظریں ہو ا انکار آنکھوں میں

یہ چاہا تھا کہ حالِ دل سنا دوں اُن کو جنس ہنسکر

یہ جھٹاک آئے مرے آنسو مگر ہر بار آنکھوں میں

ڈراتا ہے مجھے سرِ نیمحاذہ ناصح اُس کی خطروں سے

میں رکھ لوں شوق سے جس راہ کا ہر خار آنکھوں میں

غزل

دیکھ لے میرا غر، نوی جس کو وہی ایاز ہے
 ورنہ چُن ہی سے کیا عشق سے بے نیاز ہے
 اے دل بیقرار دیکھ لب پہ آئے اُس کا نام
 پردہ نشیں ہے خود بھی وہ عشق بھی اُس کا راز ہے
 روئے ہجر میں کبھی ہو گیا اشک سے وضو
 جھک گیا سر خیال پر اپنی یہی نسا ز ہے
 دیکھا جو مجھ کو سجدہ ریز نقش قدم مٹا دیئے
 نکتا ہے منہ نیاز عشق آہ یہ کیسا ناز ہے
 خود ہی کیا تھا عشق جب شکوہ ہے اُن سرِ برباب
 کیوں ہو جواب کی طلب جب کوئی بے نیاز ہے

سچ ہی سہی یہ محتسب، ہے منے عشق بھی حرام
 میکدہ کیسے بند ہو تو بہ کا در تو باز ہے
 نسبت عشق سے تری ایک صفت تو آگئی،
 یعنی ترانیا از مند غیسے بے نیاز ہے
 دیکھ کے مجھ کو بے قرار آن کی نظر نے کہدیا
 فاطمہ تیرا درد بھی اب تو ہمارا راز ہے

غزل

اے دل ذرا سنبھل کہ یہ خامی ہے وفا کی ہے
 پنہاں تری تڑپ میں شکایت جفا کی ہے
 کاغذ پہ لے کے عکس مصوّر میں کیا کروں
 تصویر میرے دل میں مرے دلربا کی ہے

ہے وقف زراہر اتری جنت مرے لئے

یہ بات اپنے حق کی نہیں ہے عطا کی ہے

جل جل گئے فرشتوں کی پردل کی آگ سے

اب عرش تک پہنچ مری آہ رسا کی ہے

دیکھا جو تو نے یہ مرے پہلو سے چل دیا

سازش تری نظر سے دل بی وفا کی ہے

خوشبو سے اُن کی ہجرت میں ہم کو دیا فریب

شوخی ہمارے ساتھ یہ با و صبا کی ہے

حیران ہوں کہ پہلو سے آتی ہے جو صدا

تیرے قدم کی ہے کہ دل بے نوا کی ہے

ہوتا نہیں ہے بھول کے اندیشہ گناہ

واللہ یہ شراب بھی رحمت خدا کی ہے

غصہ میں بھی کرم کا یہ انداز دیکھنا

تجھے یہ غیر ان کی خموشی حیا کی ہے

کرتے ہیں سے تو بہ مگر محتسب ٹھہر

ہے یہ گناہ کی کہ سیاہی کھٹا کی ہے

تاریک راہ عشق بھی پر نور ہو گئی

اب تک کچھ ایسی روشنی اس نقش پا کی ہے

ہم کیوں کہیں کہ خون تمنا ہے فاطمہ

اچھا یہی سہی کہ یہ شرخی خفا کی ہے

غلِ سُر

اس میکدہ میں آکر کیوں آبرو گنوائی لے رندِ خام تجھ میں باقی ہے پارسائی

کرتی ہو خالق کر لے دشمن کی ہمنوائی میری طرف خدا ہو اس کی طرف خدائی

بیکار ہے مصوٰر طیب آ ز مائی
 کس طرح کھینچ سکیں گے انداز دلربائی
 وہ میری بیکسی پر آنسو بہا رہی ہیں
 اب عشق میں ہر دم کو منظور جاگ نہ سائی
 کیا دیکھتا ہوں واعظ میخانہ اور حضرت؟
 ہونخیر میکشوں کی تکلیف کیوں اٹھائی
 تیرے بغیر جیت بھی گلزار میں گیا میں
 غنچوں نے مسکرا کر میری منہسی اڑائی
 بکھر کی ہے آنسوؤں سے کچھ اور آتش غم
 اے چشمِ نغم یہ دولت بیکار ہی گنوائی
 اُلفت تو تھی ازل سے لیکن میں فو دیکھا
 تصویر یار دل نے کچھ اس طرح چھپائی
 واقف نہ تھا جفا سے معصوم حسن اس کا
 عشق جفا طلب نے طرزِ ستم سکھائی
 پھر سوزِ غم سے شمعِ افسردہ جل اٹھی ہر
 آہ سحر کی ہے اب اس بزمِ تہک سائی
 میرے سکوتِ غم پر وہ ترس کھا رہے ہیں
 آواز بن گئی ہے اس دل کی بونوائی

سراشتگانہ مجھ کو نا صبح برباد کہہ رہا ہے

میں نے تو دروہی سے دُنیا ئے دل بسائی

غزل

بے لوث جب نہ ہو تو عبادت کو کیا کروں

زاہد تری طرح میں تجارت کو کیا کروں

وہ سامنے ہیں اور میں پہچانتا نہیں

اللہ بخود ہی محبت کو کیا کروں

یہ جانتا ہوں میں بھی کہ ہے عشق پر خطر

ناصح مگر میں اپنی طبیعت کو کیا کروں

دیتا ہے کیوں تصورِ محبوب یہ فریب

وہ اب کہاں ہیں تلخ حقیقت کو کیا کروں

تیرے قفس میں آکے نہیں یادِ آثیاں

صیاد اس اسیریِ الفت کو کیا کروں

جی چاہتا ہے غیر کو دوزخ بھی تو نہ دے

اللہ اس جنونِ رقابت کو کیا کروں

نرا ہر بے نیاز مراد و قیاس تجھ پر

مل جائے بھی تو میں ہی جنت کو کیا کروں

ہاں سچ ہے یہ کہ عشق میں کھوئی ہر مین عقل

ناصح نہیں سمجھ تو نصیحت کو کیا کروں

مجھ سے نہ وصل میں بھی مسرت سے نبھ سکی

میں اپنی غم پسند طبیعت کو کیا کروں

شکوہ تھافت درجن کو نہیں ان پہ ہے کرم

فرمایا فاطمہؑ میں مروت کو کیا کروں



غزل

خوش بوسیم صبح میں ہے زلفِ یار کی
 کچھ بڑھ گئی ہے روشنی شمعِ مزار کی
 رُلو ا رہی ہے سیرِ مجھے لالہ زار کی
 تصویر ہے یہ میرے دلِ داغدار کی
 جب سے گیا ہے پھیر کے مُنہ کوئی باغ سے
 زنگینیاں بھی روٹھ گئی ہیں بہار کی
 ہمدِ تری نصیحت صبر و سکون کی بندر
 یہ دھجیاں ہیں دامنِ صبر و قرار کی
 میں شکوہ تغافلِ اغیار کیا کروں
 پروا نہیں ہے دوست کو جب حالِ زار کی

بیجا ہے مجھ پہ طنز میں بے حوصلہ نہ تھا
 میں نے ٹرپ کے داد دی قاتل کے وار کی
 گن گن کے پائے ناز پہ ہوں سجدہ ہائے دل
 حاجت نہیں ہے عشق کو ایسے شمار کی
 مجسبو رہو گیا ہوں کہ ناصح کے سامنے
 تصویر کیسے کھینچ دوں میں حسن یار کی
 وہ یاس ہے کہ کیفیتِ درد بھی نہیں
 حالت ہے کچھ عجیب دل بیتِ دار کی
 گل پوش پارہ ہائے جگر سے ہیں تیلیاں
 جب سے خبر سنی ہے قفس میں بہار کی
 رہ گمانہ جا کے کون کہے بے نیاز سے
 آجائے کہ تاب نہیں انظار کی

غزل



زاہد حریم دوست حرم میری لئے ہے
 کیوں غمگسار وقف الم میری لئے ہے
 مخصوص ہر جفا و ستم میری لئے ہے
 جنت کی مسرتیں زاہد کو بخشدوں
 باغ ارم کے پھول مبارک اسی کو ہوں
 ہوں شاد کہ ہر سب کے لئے رحم و توجہ
 تسکین مل گئی ہیو نہی میری رشک کو
 اب سجدہ گاہ نقش قدم میرے لئے ہے
 ان کی جفا بھی اب کرم میرے لئے ہے
 کیا التفات یاریہ کم میرے لئے ہے
 کافی ہی یہ کہ دوست کا غم میرے لئے ہے
 گلہاؤ داغ خارا لم میرے لئے ہے
 لیکن یہ تغافل یہ ستم میرے لئے ہے
 اللہ تو ہے سب کا صنم میرے لئے ہے

وہ دور ہوں تو کیا کروں جنت کو فاطمہ

ہوں پاس تو دوزخ بھی ارم میرے لئے ہے

غزل

نادم وہ ہم کو دیکھ کے خاموش ہو گئے
 روزِ حساب اشکِ خطا پوش ہو گئے
 ان کی نگاہِ مست کا انداز کیا کہیں
 ہم بڑی ہی بخود و مدد پوش ہو گئے
 اپنی حریمِ ناز سے ہم کو اٹھا دیا
 پھر یہ ستم کہ آپ بھی رو پوش ہو گئے
 ہے روزِ حشر اور مری سامنی نہیں
 کیا آج بھی وہ وعدہ فراموش ہو گئے
 کیا جانے کتنے پار سازا ہد تری طرح
 آنکھیں کسی کی دیکھ کر موش ہو گئے
 اٹھتا نہ ہم سے عشق میں عقل و خرد کا بار
 اچھا ہوا کہ جلد سبکدوش ہو گئے
 سننے بھی آئے نغمہٴ آفت تو آہ کب
 جب دل کو تار ٹوٹ کے خاموش ہو گئے
 تو بسے میری چاند کا منہ زور و پڑ گیا
 بادل اسی کے غم میں سیہ پوش ہو گئے
 صیادِ بن کے فکری سے آزاد کر دیا
 رہبرِ بنے تو راہزنِ ہوش ہو گئے

رہسگانہ تاب دیدِ دلِ ناتواں میں تھی

ان کی حیا کا پاس تھا بیہوش ہو گئے

غزل

مری نظروں سے اوجھل بحرِ الفت کا کنارہ ہے
 مگر اس بکیسی میں یاد کا ان کی سہارا ہے
 انھیں کا نام یا رب میرے ہونٹوں پر نہ آیا ہو
 نہ جانے بیقراری میں کسے میں نے پکارا ہے
 مری خاطر ہیں وہ خود بن سنور کر منتظر زاہد
 تری خاطر آنھوں نے اپنی جنت کو سنوارا ہے
 شرابِ عشق کی میت اگدازی اور دلِ نازک؟
 نہ جانے کس طرح ساقی نے شیشہ میں اتارا ہے!
 سفارش کیوں کروں تم سے میں اپنے بیو قادل کی
 مرے پہلو میں ہے لیکن ازل ہی سے تمھارا ہے

مجھے اس درجہ پیارا ہے تمہارا غم کہ جو آنسو بہا
 تمہاری یاد میں نکلے مری آنکھوں کا تارا ہے
 کوئی یوں بے خودی میں کہہ اٹھا ما اعظم شافی
 کہ کس کو ہوش اُلفت میں یہ میرا یہ تمہارا ہے
 بتوں کے سانسے جھکتا رہا میں عمر بھر لیکن
 اُسے نزدیک پایا ہے اگر میں نے پکارا ہے
 محبت کی شہنشاہی میں ہے خونی کفن خلعت
 گلے کا ہار ہے پھندا تو سر کا تاج آرا ہے
 سہل انگاریوں سے عشق میں ہمد م نہیں نبھتی
 مری ہمت کو ہر تازہ مصیبت نے ابھارا ہے
 جھکا ہے میرا سر جس آستانِ حسن پر اس کا
 ہر اک ذرہ حسین عشق کا روشن ستارا ہے

شب مہتاب اور کالی گھٹاؤں سے تو کیا ہوتا
مگر تو بہ شکن ساقی کی آنکھوں کا اشارہ ہے
پیشانی ہے ریکانہ انھیں کیوں بے نیازی پر
کہ اُن کے ناز کی توہین مجھ کو کب گوارا ہے؟

غزل

ہم جا رہے ہیں آج دیار حبیب کو جی چاہتا ہر چوم لیں پنہ نصیب کو
بگوا لیا ہے دوست نے در پر غریب کو آتما نہیں بختیں دلِ غم نصیب کو
خود جانتے ہیں ہم کہ ہر دیدار میں شفا معلوم کیا علاج ہمارا طیب کو
ناصح نہ کہہ کہ راہ سفر کی طویل ہے کیا عشق دیکھتا ہے بعید قریب کو

جھکتا ہے دل وہاں تو ہے ریکانہ کیا گناہ

کعبہ جو کہہ بھی دوں میں دیار حبیب کو

غزل

ساقی کالیں عتاب ہم کیوں پہیں عذاب ہم

چھوڑ دیں اب شراب ہم ایسے نہیں جناب ہم

دست بکار دل بہ یار سچ ہے کہ ہونہ آشکار

رازِ درونِ حالِ زار لائیں گے بھی یہ تاب ہم

حشر میں جب پڑی نظر ہوش کا پھر کہاں گذر

رہ گئے دل کو تھام کر دے نہ سکے حساب ہم

عشق ہے روشن حوین چاند میں وہ ضیا نہیں

ہو گیا جب سے دل نشین بن گئے آفتاب ہم

دل میں ہوا ایک ہی کی چاہ غیر پہ کیوں پڑے نگاہ

عشق میں شرک ہے گناہ دیں اسے کیا جواب ہم

شک ہے آنسوؤں کا ہار کیا کریں اس پہ اب نثار

آئی جو آج یا دیار ہو گئے آب آب ہم

چارہ گردِ اکر م ہیں یہ تسلیاں ستم

آہ یہ دل اور ان کا غم لائیں کہاں سوتا ہم

ہو گا وہ رشکِ ماہِ پاس ٹوٹ گئی ہوا اب یہ اس

کیا کہیں کیوں ہوئے اُداس دیکھ کے ماہِ تاب ہم

وعدہ کئے چھپے رہے دل نے یہ ظلم سب سہ

حشر میں رشک سے جلے دیکھ کے بے حجاب ہم

نغمہ دل سنائیں کیا روچکے اب رُ لائیں کیا پڑ

بزم میں لے کے جائیں کیا، ٹوٹا ہوا رباب ہم

جب کبھی چھوڑ کر ستم پر وہ اٹھا ہوا کر م

غیرتِ عشق کی قسم بن گئے خود نفتاب ہم

جب سے پڑی ہے وہ نگاہ فاطمہ ہیں ہی گواہ
ہم ہیں حریفِ نجم و ماہِ غیرتِ آفتاب ہم

غزل

تجھ سے اچھا ہے حرمِ دل دوست گستاخی معاف

اُف رے تیرا ناز کرنے ہی نہیں دیتا طواف

بدگماں ہے غیر کو دیکھے تو شائد لوٹ جائے

دلِ غبارِ آرزو سے کر رہا ہوں پاک و صاف

ساقیا ہونٹوں سے پیمانہ لگا لیتے ہیں ہم

جس طرح کعبہ کا حاجی چوم لیتے ہیں غلاف

آہ یہ اعزازِ میسری بخود ہی عشق کا بؤ

خود نگاہِ ناز نے آکر کیا دل کا طواف

ہائے یہ بے اختیاری داد خواہی ہو چکی

ان کو دیکھا اور خود کہنے لگا اپنے خلاف

مونہہ لگا سکتی نہیں کم ظرف کو خود بھی شراب

جی میں آتا ہے کہ کہدوں محاسب سے صاف صاف

یاد آتا ہے حرم میں بھی وہ عہد کفر عشق

دل کیا کرتا تھا جب سجدوں میں بھی ان کا طواف

میکدے سے واعظا ساقی کا یہ اعجاز سیکھ

پڑ گئی اس کی نظر اور ہٹ گئے دل کے غلاف

سائے سر اُچھا نذر کروں کس سے تغافل کا گلہ

ہو گیا ہے عشق میں خود میرا دل میرے خلاف



غزل

آکہ تذرِ دردِ اُلفت ہر خوشی کرتے ہیں ہم
 آکہ اب خوں آخری ارماں کا بھی کرتے ہیں ہم
 ضبطِ غم سے بن چکا ناسور بھی زخمِ جگر
 ان کو شکوہ ہی رہا پر وہ دری کرتے ہیں ہم
 آرزو یہ ہے کہ کوئی آرزو پوری نہ ہو
 اُف تمنا کس قدر حسرت بھری کرتے ہیں ہم
 سروٹھ جاتا ہے ہمیں سے بیوقوفِ دردِ دل
 بھول کر بھی ان کا شکوہ جب کبھی کرتے ہیں ہم
 اس کو لیجاتے ہیں باتوں میں لگا کر یا رتکے
 حضرتِ ناصح سے اب یہ دل لگی کرتے ہیں ہم

غیر سے کہہ کر کریں کیوں حالتِ دل آشکار

تجھ سے ہی فریادِ رنج و بیکسی کرتے ہیں ہم

ہنس رہے تھے یوں کہ افشا ہونہ رازِ دردِ دل

چارہ گر سمجھے کہ اظہارِ خوشی کرتے ہیں ہم

ظلم تو دیکھو کہ وہ ہکوسزا دیتے نہیں

کہہ رہے ہیں جرمِ اُلفتِ سی بری کرتے ہیں ہم

کون کہلاتا ہے اس پردے میں اپنی داستاں

کیا بتائیں قیصری کیوں شاعری کرتے ہیں ہم

یہیں بتا دیجئے

شعاعِ کوہِ جاناں اٹھلے کھپکھپکے
نہیں ہم اپنی نظر سے چھپکے
پہرِ نقاب سے کہہ دوں اور کھپکھپکے
کہ داغِ دل کو نکالیں گے کھپکھپکے

یہی

غزل

آہ میں نے بنج دی عشق کو رسوا کیا
 ہوش آنے پریشیاں ہوں یہیں نے کیا کیا
 میری حالت کا ہر اک کے سامنے چرچا کیا
 چارہ گرنے اور میرے ورد کو رسوا کیا
 واعظِ نادان کہتا ہے کہ یہ بھی کفر ہے
 جب کہا اُس نے خدا محبوب میں سمجھا کیا بڑ
 کیا بتاؤں تجھ سے ہمدِ اپنی مجبوری کا حال
 اُن کے وعدوں کو ہمیشہ سچ ہی میں سمجھا کیا
 ہے بجا اس کی شکایتیں ذکیوں فریاد کی
 دوستے تو خیر جو کچھ بھی کیا اچھا کیا

دردینگر رہ گئے وہ اشک جو ٹپکے نہ تھے
 میں رہا خاموش لیکن میرا دل تڑپا کیا
 کچھ نہائشِ حسن کی منظور تھی رحمت کی کچھ
 پوچھ لے ہم سے یہ کوئی حشر کیوں برپا کیا
 خود مری نظروں سے پوشیدہ تھا میرا رازِ عشق
 آپ نے محفل میں اس کو جھینپ کر افشا کیا
 غمگساروں نے سنار و رو کے میرا حالِ دل
 دوسروں کو سامنے ہنس ہنس کر پھر چپا کیا
 کیوں نگاہِ دوستِ برگشتہ ہے اب فریاد پر
 اس نے اس کم ظرفِ دل میں رو کیوں پیدا کیا
 اب تو باقی ہی نہیں دل میں تمنا کی تڑپ
 مدّتوں آنکھوں سے خون آرزو برسا کیا

پھوٹ نکلے داغِ دل سے جب کبھی انوارِ عشق
ہم نے ریحانہ تماشا ئے یدِ بیضی کیا

اظہارِ کرامت

ہر چند دل تھا عشق سے لبریز سوز و ساز
لیکن عیاں کیا نہ کبھی رابعۃؒ نے راز
تھے آپ ہی کے عہد میں درویش بھی کوئی
اپنی کرامتوں پہ بھروسا تھا اور نماز

یہ سوچ کر چلے کہ دکھائیں کچھ ایسی بات
ہو بی بی رابعۃؒ پہ عیاں جس سے امتیاز
دریا پہ جا کے اپنا مصلے بچھا دیا
ان کو دکھا کے شان سے پڑھنے لگو نماز

فارغ ہوئے تو ہو گئے حیراں یہ دیکھ کر
 دوش ہوا پہ رابعہ نہیں مثل شاہباز
 سجدے سے سر اٹھا کر اتر آئیں آپ بھی
 فرمایا شہدوں سے تو آجائے گا باز

جو کچھ کیا ہے میں نے وہ کرتی ہیں طیر بھی
 حاصل نہیں ہو آپ کو مچھلی سے استیاز
 مشہور خلق میں ہو نہیں اس کی آرزو
 اللہ کا ولی ہے کرامت سے بے نیاز

کون
 کسی کو دے کے جان و دل غمیر جاناں خرید لے
 غمیر ہر روز وقت کی بہت زان خرید لے

محویت عشق

یادِ مولیٰ میں کچھ ایسی گم تھیں بی بی رابعہؓ
 ذکر و فکر و شغل سے فرصت نہ تھی اک آن کی
 کچھ تعجب سے کسی نے ایک دن آکر کہا
 ہم بُرائی آپ سے سنتے نہیں شیطان کی
 ہنس کے فرمایا بُرا ہے وہ مگر میں کیا کروں
 وقت بچتا ہی نہیں توصیف سے رحمن کی
 وہ بُرائی بدترین خلق کی کرتی نہ تھیں
 اور بدگوئی کیا کرتے ہیں ہم انسان کی
 وہ دلِ مومن کہ جس میں غیر کی جا ہی نہ تھی
 عشق سے خالی ہے بازی گاہ ہے شیطان کی

حضرت شبلیؒ کی عید

عجب دیکھایہ روزِ عید کچھ لوگوں نے نظارہ

پریشاں بال ہیں شبلیؒ کے غم سے آنکھ پر نم ہے

لباسِ ماتمی ہے زیب تن اور زرف ہے چہرہ

کوئی یہ پوچھ بیٹھا عید کے دن کس کا ماتم ہے

بھرائے آنکھ میں آنسو یہ سنکر اور فرمایا

کہ ہے مخلوق اس محبوبے غافل یہ کیا کم ہے

مصیبت ہی یہ کچھ ایسی ہے جس پر خونِ دلتا ہوں

زباں کس طرح کہہ سکتی ہے میرے دل کو جو غم ہو

ہماری عید جب ہوتی کہ ہر دل میں وہی ہوتا

اے غافل دل ویران مومن کا یہ ماتم ہے

نذرِ عشق

تعمیر کر رہے تھی براہِ حق کا گھر
 مصروف رہتے کام میں سو اُقت تک جناب
 لیکن دیکھتے تھے کہ ہر روز صبح کو
 دیوار گویا وصل کی تدبیر ہو گئی
 سوئی تو دیکھتے ہیں کہ کہتا ہی کوئی
 کی عرضِ دنیا میری پاس ہی کیا
 بیدار ہو کے ذبح کئے اونٹ اپنے
 یہ خواب دیکھتے تھے جنابِ خلیلِ وز
 ہو ہو کے بیقرار یہ کرتے تھے عرضِ آپ
 ہر چند بے نیاز تری ذاتِ پاک ہی
 سنگِ گراں تھی سر پہ عائنِ باں پر
 چھاجارات اور چمکنے لگے و سمر
 پھر مل چکا ہی خاک میں محنت کا سب ثمر
 بن بن کز لعلِ یار کی صورت گئی بکھر
 گر قرب چاہتا ہی تو قربانیاں بھی کر
 اک دل میری سینہ میں بھی ہی تیرا گھر
 پھر کین قبولیت کی دعائیں جھکا کر سر
 کر ڈتھو ذبح اونٹ لٹا ڈتھو مالِ وز
 یارب مرے خلوص میں باقی نہیں اثر
 میری کریم اب مری محنت قبول کر

آئی نذایہ خواب میں محبوب کے لئے

دیکھایہ خواب ہی میں کہ تزیین فنج آپ

معلوم تھا کہ وحی الہی یہ خواب ہے

فرست کہاں خلیل کو پھر غور و فکر کی

جا کر یہ خواب کہہ دیا بیٹے سے آپ نے

فرمایا آپ نے کہ تری جان کی قسم

اس وقت بوڑھی باپ کا ساتھ چھوڑنا

سن کر دیا جواب کہ کیوں فکر مند ہیں

پٹایا یہ سن کے مستر سے آپ نے

دونوں چلے پھر ایسی جگہ کی تلاش کو

شیطان کو یہ علم ہوا جب تو جل گیا

کہنے لگا یہ آپ سی میں بھی تو کچھ سنوں

وہ چیز چاہئے کہ ہو سب سے عزیز تر

اور اس کو زندگی کا ہر جواؤ لیں شکر

مطلوب اخلہ اکو ہوا ہے میرا پسر

تعمیل حکم کے لئے توفیق مانگ کر

اور سن لیا ذبیح نے بخوف و بے خطر

مجبور اس کے حکم سے ہوا اب ترا پدر

میری نظر کے نور مرے راحت جگر

ڈرتا نہیں ہر موت سے اب آپ کا پسر

پھر چوم لی حبیبین منور بچشم تر

ہوتا نہ ہو جہاں کبھی انسان کا گذر

اس مثال امر پر اس فوق عشق پر

بیٹے کو ساتھ لیکے چلے ہیں بھلا کدھر

اچھا سمجھ گیا کہ ارادہ کہاں کا ہے
 نمرود کی یہ آگ نہیں ہے جناب من
 تعمیل حکم آپ بہت کر چکے حضور
 اب عمر آخری ہے ذرا کیجئے خیال
 نفرت سے آپ نے یہ کہا سن کدای لعین
 سوچا یہ اُس نے بھی کہ خموشی میں خیر ہی
 پھر جا کے ہاجرہ سے یہ کہنے لگا کہ سن
 سٹھیا گئے ہیں قتل کرینگے غریب کو
 پہچان کر یہ ہاجرہ بولیں کہ دور ہو
 ناکام و نامراد چلا پھر اسی طرف
 ویرانہ میں پہنچ کے کیا عزم نذر عشق
 آنکھوں پہ فسکر غیر سچا بن گئیں

جو جی میں آئے کیجئے لیکن یہ سوچ کر
 ہے آتش فراق پس اس سے تیز تر
 شعلوں میں گھس کے چھوٹے ویرانہ میں پس
 قربانیوں میں کیا ابھی باقی ہے کچھ کسر
 تیری شرارتوں سے نہیں ہوں میں ذخیر
 غصہ سے مجھ پہ ڈال نہ دیں یہ کہیں نظر
 جالتہ ہے ذبح کرنے کو شوہر ترا پس
 آتا نہیں ہے ترن بھی نتھی سی جان پر
 میں خوب جانتی ہوں کہ یہ بھی تیرا شر
 لیکن نہ مل سکا اسی کوشش کا کچھ ثمر
 اللہ کے خلیل نے سینہ کو تھام کر
 پھر تیغ عشق یار ہوئی خود ہی تیز تر

ننھا اسیر عشق بھی تیرا رہو گیا
 خود رستیوں سے باندھ لیا اپنی بال و پر
 ساقی یہ جام جس طرح سیکش کی سمٹ جائے
 یوں لڑکے تیغ بیٹے کی جانب چلا پد
 خنجر چلا کے شکر براہیم نے کیا
 کہنے لگے دوست سجدی میں رکھ کے سر
 یہ نذر آستان الہی قبول ہو
 حاضر ہے بشمار دعاؤں کا یہ ثمر
 غیرت کے انتقام سے رکھنا پناہ میں
 رونے لگے یہ دیکھ کے افلاک زمین
 گر پڑ گئی ہو اس پہ محبت کی اک نظر
 کی عرض بارگاہ جلیل و کریم میں
 پھٹنے لگے فلک فرشتوں کو بھی جگر
 آیا جواب دیکھ لیا میری دوست کو
 بس اب تو رحم کیجئے اپنے خلیلؑ پر
 فرمایا پھر خلیلؑ کو اب سزا ٹھلکے دیکھ
 کرتا ہی نازا ایسے ہی سجدوں پہ میرا در
 دیکھا کہ زیر تیغ ہے دُنبہ رکھا ہوا
 ہاں ٹپیاں ہٹا کے ذرا آنکھ کھول کر
 حلقہ دم پر فوج کے کچھ بھی نہیں تر

آئی صدا کہ دوست ترا بے نیاز ہے
 ہم دل ہی دیکھتے ہیں مبارک تجھے پسر

غزل

ہر شے سے عیاں ہے نور ترا ہر جن میں تیرا جلو ہے
 پھر کیسی حیا شتا قوں سے یہ آخر کیسا پردا ہے
 واعظ یہ قیامت کے قصے ہم مست الست نہ سمجھیں گے
 یاں حشر جو دل میں میناق کے دن سو برپا ہے
 میں تجھ سے بتاؤں کیا ہمد جو عشق میں ہوتا ہے دل پر
 آہوں کا دھواں بھی ہونہ سکے یوں چپکے چپکے روتا ہے
 وہ پاس بھی ہے اور دور بھی ہے ظاہر بھی ہو مستور بھی ہو
 ہے در و محبت دل میں وہی آنکھوں میں سما کر پردا ہے
 میں تیرے حرم کے آگے بھی اب سر کو جھکاؤں نا ممکن
 ہاں سامنے آ مسجود مرے کب غیر کو جائز سجدا ہے

ہے اُن کی امانت درو مرا ہمرا ز کسی کو کیوں کرتا

معلوم نہیں آنکھوں کو بھی دل بھر میں کیسا ترپا ہے

ہر شام کہا یہ تاروں سے کچھ ان کا پتہ بھی ہے تم کو

ہر صبح یہ آنکھوں سے پوچھا کیا خواب میں ان کو دیکھا ہے

اس نام سے شاید پا جائیں کچھ فیض یہ دنیا والے بھی

اچھی ہی ہے میری رسوائی ہر لب پر اُن کا چرچا ہے

یا حق کا عیاں ہو راز کوئی یا کفر کا فتویٰ مل جائے

کہدوں جو کسی سے رنج نہ اس وقت مر و دل میں کیا ہے



حضرت ابو عثمان حیری کا

—: علم :—
(۱۱)

جاتے تھے حضرت ابو عثمان کسی طرف
گھوڑے پہ تھے سوار زمین بوس تھی نگاہ
اکدم کسی نے پھینک دی حضرت کے سر پہ راکھ
اور ہو گیا جناب کا لبو کس سب سیاہ
سجدہ کیا جناب نے اور راکھ جھاڑ دی
شکوہ تو کیا زبان پہ سر یا د تھی نہ آہ
پوچھا کسی نے، آپ نے کچھ بھی نہیں کہا
گستاخ بد تمیز کو۔ ہو جائے وہ تباہ

فرمایا کس طرح ہونخا کوئی راکھ پر بڑ
 ہوں مستحق نارِ جہنم اگر گناہ بڑ
 میں نے کیا ہے سجدہ اظہارِ شکریوں
 ہے کس قدر کریم وہ بندہ نواز۔ آہ

(۲)

کسی نے ایک دن حضرت ابو عثمان کی دعوت کی
 مگر تھی آزمائش آپ کے حلم و شرافت کی
 پہونچتے ہی ابو عثمان کے اس نے کہا آکر دو
 کہ میں مجبور ہوں خاطر نہیں کر سکتا حضرت کی
 ذرا ہی دور پہنچے تھے کہ پھر یہ کہہ کے بلوایا
 کریں منظور جو توفیق ہے اس وقت خدمت کی
 کئی بار اس طرح بلوا کے پھر لوٹا دیا لیکن

عیاں کوئی علامت ہی نہ تھی رخ سے شکایت کی
 بالآخر گر پڑا وہ شخص ان کے پاک قدموں پر
 کہا رو کر کہ حضرت آزمائش تھی مروت کی
 تعجب خیز ہے واللہ یہ اخلاق حضرت کا
 کروں کس طرح میں تعریف حلم و حسن سیرت کی
 یہ فرمایا کہ کتنے بھی یہی اوصاف رکھتے ہیں
 بھلا کیا بات ہے عثمان میں ان سے فضیلت کی
 بلایا تو چلے آئے ہٹایا ہٹ گئے فوراً بکود
 کبھی کتوں نے بھی انسان سے آکر شکایت کی؟



احترام عزم

دیکھایہ ایک روز جناب جنیدؒ نے
 لٹکا دیا ہے دار پہ لوگوں نے چور کو
 حضرت نے جا کر چوم لئی پاؤں چوڑے کے
 آپ اور ایسے شخص کا اعزاز یوں کریں؟
 (بغداد کے تھے آپ بڑی صاحبِ کمال)
 محفوظ دستبرد سے ہوں تاکہ جان و مال
 لوگوں نے عرض کی کہ ذرا کیجئے خیال
 سمجھا گیا ہے دار کے قابل جو بد خصال
 فرمایا احترام کے قابل وہ شوق ہے
 خطر و سحر جان کے بھی نہ ہو بین کچھ زوال

دید می ہے اس نے جان بھی چوری کے شوق میں

یہ شخص ہے ہمارے لئے عزم کی مثال



غزل

ساحل کی کھر عشق میں حسرت نہیں رہی
اب مجھ کو نا خدا کی ضرورت نہیں رہی

آنسو بہاؤں اس کی بھی طاقت نہیں رہی
ہر وقت روتے رہنے کی عادت نہیں رہی

باقی نہیں ہے اب دلِ مایوس میں تڑپ
ہر لحظہ متقلب مسری حالت نہیں رہی

وجہ سکونِ دل نہیں اُمیدِ موت بھی
ہر چند زندگی سے محبت نہیں رہی

مفہوم سے سرور کے نا آشنا ہوں میں
اب اُن کے ذکر میں بھی مسرت نہیں رہی

مانوس ہو چکے ہیں ستم ہائے یار سے

اب اُن کے التفات کی حاجت نہیں رہی

فریاد کی کہ آہ بھی کرتے نہیں کبھی بڑ

ہر بات پر کسی سے شکایت نہیں رہی

غیرت یہ عشق کی کہ نہ دیکھوں میں خود انکھیں

وہ اپنے آپ سے بھی رقابت نہیں رہی

کر دی تھیں جس نے محو حقیقت کی تلخیاں

وہ جنت خیال کی دولت نہیں رہی

آیا نہیں ہے ہوش مگر بخود دی نہیں

سرشاری شرابِ محبت نہیں رہی

ہیں شعلہ ہا عشق بھی خاموش و سرد افسرہ دل میں کوئی حمار نہیں رہی

محسوس ہو رہا ہے یہ مسکندہ آجکل گویا کہ یار سے بھی محبت نہیں رہی

غزل

انھیں دیکھ کر اس طرح کھو گیا ہوں
 کہ میں پر تو حسنِ خود ہو گیا ہوں
 ستمنا کے ہاتھوں سے دامن چھوٹا کر
 میں بٹاس کی گود میں سو گیا ہوں
 سنے وہ تو خود چھوڑ دی مجھ کو حاجی
 کہ در چھوڑ کر میں حرم کو گیا ہوں
 نہ کچھ ہوش اپنا نہ پر و آ منزل
 سرے رہنا میں کہاں کھو گیا ہوں
 کہاں چین مجھ کو گلستاں میں ہمدم
 یہاں آگے میں بار بار د گیا ہوں
 میں تنہائی شب میں شکوں کو تار
 ذرا محتسب پوچھ لو اس نظم سے
 نہ جاگوں گا جیتا کہ وہ خود میں
 مجھے خود کسی کی نظر ڈھونڈتی ہو
 یہی ٹھان کر گور میں سو گیا ہوں
 نظر پھیر لی جب سے ترسنا اس نے
 کچھ اس طرح نظارہ میں کھو گیا ہوں
 میں خود زندگی سے خفا ہو گیا ہوں

غزل

ظاہر ہو تو نورِ مبین ہو کے چھا گئے
 آنکھوں پہ اشکِ لبِ بستمِ زباںِ خموش
 منظرِ مجھ سے خواب میں جب دل لگی ہوئی
 ان آنسوؤں کو کیا کہوں چاہا نہ تھا مگر
 تجھ کو بتاؤں کیا مجھ خود بھی خیر نہیں
 وہ دے رہی تھی جامِ توغیروں ہی کو مگر
 میں رو تو رو تو چپ ہی ہوا تھا کہ چاہا
 اپنی تسلیوں سے مجھے پھر رلا گئے

شراب کے چھپ گئے ہیں وہ ریکانہ آج کیوں

کیا رازِ عشق وہ مری آنکھوں میں پا گئے



تضمین غزل مرشدی مولائی ادا اللہ فیضہم

مے منزل کسی کو منحصر حکم خدا پر ہے عیاں ہر بیج خم رستے کا لیکن ہنماکتے
پتہ مقصود کا تحریر اُن کے نقش پا پر ہے وسیلہ حق سے ملنے کا جماعت پیشوا ہے

ہمارا خاتمہ بالخیثہ اک اُن کی رضا پر ہے

نہیں ملتا کبھی مقصودیوں کہڈیۂ اہدی پتہ خط بھینے والے کا پوچھو اُن کے قاصد سے
نشان منزل کا ہر پتہ مسجد کا ساجد سے بحث لے نا صحابہ توڑ کتابی عشق مرشد سے

جو شیدا اپنے مرشد پر ہے وہ عاشق خدا پر ہے

فنائی شیخ ہو جاتا ہی جب دیوانہ مرشد وہ ہر سو دیکھتا ہے جلوۂ ستانہ مرشد
نمازوں میں کہا کرتا ہی پھر افسانہ مرشد ہمارا حج اکبر ہے طواف خانہ مرشد

صفا پر ہے نہ مروئی پر نہ عرفات و منیٰ پر ہے

بھلا تائب نظارہ آج کیسی ہو گی خلقت کو مجھے رفتار سی ڈر ہے بلا لیگی قیامت کو

مکتبھی آسمانوں سے اتر آئے زیارت کو چلے ہیں بن سنور کراچ خلقت کی ہدایت کو

بلائیں لیتی ہے رحمت وہ جو بن مہ لقا پر ہے

کہوں کیا جو مری کمزور دل پر ہجرین میتی پشیمانی تمھیں ہوگی اگر میں ذی شکایت کی

سنائی کو جگر لاؤں کہاں سوچ لو خود ہی بیاں میں کر نہیں سکتا تمھارے سامنے کچھ بھی

ہجوم درد و گرفت جو دل اندوہ ترا پھر ہے

قیامت ہوا دہر ایک ہر انداز قاتل ہے ہزاروں دلربا انداز ہیں پہلوئیں اک دل ہے

تیرے تیر نظر کا اک مانہ آج گھائل ہو کہیں ہم کیا تری کس کس دا پر دل بائیں ہے

تری ترچھی نگاہوں پر تری بانگی ادا پر ہے

ترے دیدار کی امید سے پہلا رہی ہیں ہم نہیں ہوتی مگر یاس دل کی بیقراری کم

سنہلنا گو نظر آتا نہیں لب میری غم سنا دی قلم باذنی ہے دم آخر سیحانم

ہماری زندگی تیرے لب مجز نما پر ہے

علاج درد دل کچھ ہی اگر اب وہی صورت ہر اک شے میں ہوتی ہی جلوہ گرا تب وہی صورت

ہر میری سامنے دیکھوں جھڑکتی وہی صورتِ نمازوں تک میں آتی ہر نظر اب وہی صورت

ہر اک سجدہ ہمارا نقشِ پائے دلربا پر ہے

چلے ہیں حضرتِ ناصح مجھ کو پھر آج سمجھانے مگر میں کیوں دوں دِل کے اُن کو افسانے

جو مجھ پر بیٹتی ہیں ناشائیں دُکھا جانے کوئی گزرنی تیغِ محبت ہو تو پہچانے

تری دوری میں جو صدمہ صرید بے نوا پر ہے

عبادتِ محضِ جنت کی خاطر میں نہیں قائل کہ ہو جاتا ہی اخلاصِ محبتِ اسطرحِ زائل

تجھی سے مانگنا ہی تجھ کو لے آقا ترا سائل نہ جنت پر نہ حوروں پر نہ غلاماں پر دُل مائل

تسے شوقِ عبادت پر ترے ذوقِ دعا پر ہے

گناہوں سے درخشاں تر ہے اسکی جنتوں کا نور نہ بخشے وہ کسی کو مغفرت کی شان سے دور

ہے زانہ کیوں پر اوزمِ رحمت یہ ہیں مغرور گنہگاروں سے کیوں نفرت ہو اُکھلا منظر

ظہورِ شانِ رحمتِ منحصرِ جرم و خطا پر ہے



غزل

کانپ اٹھتی ہے جہنم سوز کا یہ حال ہے

یہ شرابِ عشق بھی اک آتشِ سیال ہے

ہر گھڑی تیری جدائی میں مجھے اک سال ہے

کیا بتاؤں اور جو کچھ میرے دل کا حال ہے

چھوٹ جانے کی تمنا اور اسیرِ زلفِ یار۔؟

طاہرِ دل آ کے خود کھپتے ہیں یہ وہ جال ہے

کیوں نہیں دیتا شرابِ عشق ساقیِ کریم۔

ہاں مگر میرے ہی پیلے میں کوئی بال ہے

کیجئے نا صبح کسی سے اور یہ تلعتینِ ضبط

صبرِ میرے دل میں گویا آبِ درغِ بال ہے

شیخ آخر کیوں تھا ہے اس ذرا سے فرق پر

قال ہے چو در سہ میں میسکدے میں حال ہے

رونق دل ہے مرے پہلو میں داغ عشق یوں

وجہ زیبائش کسی کے رخ پہ جیسے خال ہے

اس میں پھنس کر عشق کی پرواز ممکن ہی نہیں

ہاں سنبھل کر لے دلِ نادان تمنا جا ل ہے

ہائے شہزادہ طلبگار وفا ہے میرا دل

اور عصرِ نو میں اس جنسِ گراں کا کال ہے



کہو
غلط ہے کہ شکر ہے وہ رحیم و کریم
سچ تو یہ کہ دلِ ناتواں میں تاب نہیں

کہو

غلط

ہو کس سے ظلم کا شکوہ کہ وہ معصوم ہوتے ہیں
 ہم اپنے دل کے ہاتھوں آپ ہی مظلوم ہوتے ہیں
 میرے زخموں میں رہ رہ کر کسا اب یوں نہیں ہوتی
 کہ خنجر بھی کسی کے جزوِ دل مظلوم ہوتے ہیں
 نہ دیکر روک لینا در پہ یہ اس کی عنایت ہے
 وگرنہ اس کے سائل کیا کبھی محروم ہوتے ہیں
 کرم اے میرے عالی ظرف اب بھی ہر صیبت پر
 مرے لب صرف شکوہ سرنجی مقسوم ہوتے ہیں
 ہیں مخصوص کرم کیوں غیثِ سر پہ شکوہ نہیں لیکن
 سہا جاتا نہیں جب ظلم سے محروم ہوتے ہیں

ہوئے ہیں جلوہ گر جو روزِ محشر عرش کے اوپر
 بنجانے کیوں مجھے دیکھے ہوئے معلوم ہوتے ہیں
 سلیمانِ دیارِ عشق وہ تیری حکومت ہے
 کہ باغی دل ترے اخلاق سے محکوم ہوتے ہیں
 کوئی کہدے کہ میں کم ظرف تھا فریاد کر بیٹھا
 ہوا ہی کیا ہے مجھ کو آپ کیوں معصوم ہوتے ہیں
 نصیحت چھوڑ بھی نا صحیح کہ راہِ عشق میں رہو
 متاعِ عقل و ہوش و صبر سے محروم ہوتے ہیں
 قسم ہے بے نیازی کی مجھے اچھا نہیں لگنا
 وہ میری بیکی پر بھی اگر معصوم ہوتے ہیں
 جو کر لیتا ہوں اکثر ان کے دھوکے میں ہر اک درپر
 وہ بے تابانہ سجدے کس قدر معصوم ہوتے ہیں

سزا ملتی ہے تختِ کافہ انھیں جرمِ محبت کی
وگر نہ چاہنے والے بھی محصوم ہوتے ہیں

غزل

مقصود ہے ناصح اُس کی طلب ہر سعی طلبِ ناکام سہی
جانا ہی پڑے گا اُس کی طرف گم ہو جانا انجسام سہی
وہ سب کا ہے توجہ کو کیا الطاف بھی اُس کے عام سہی
اپنا ہی اُسے میں کر لوں گا ہمدِ یہ خیالِ خام سہی
اے دوستِ محبت کا بدلہ دنیا بھی نہیں عقیقی بھی نہیں
ہاں وہ بھی نہیں اس کی قیمتِ فردوسِ ترا انعام سہی
بیتاب ہے شانِ رحمانی اظہار کو اس پر ترس تو کھا
ہر چہ تڑپتے رہنا ہی مجبورِ وفا کا کام سہی

ہے مجھ سے خفا غیرت اُس کی اسے کاشق سمجھا دیتا کوئی
 ہوتا ہے مخاطب میرا وہی ہونٹوں پہ کسی کا نام سہی
 ہم نے باندھا ہے سر سے کفن اور کرتی ہیں طوائف صنم
 ہاں دوش یہ تیرے شیخ حرم کعبہ کے لئے احرام سہی
 غیبت کو گوارا جب نہ ہو محشر میں بھی یہ کہنا ہی پڑا
 اب دل میں سمٹ کر آجاؤ دیدار تمہارا عام سہی
 بے ستم تو رہنے دو مخصوص دل بیکیں کے لئے بے بوج
 انگیار کا دل بھی رکھنا ہے تو لطف سہی اکرام سہی
 ہم شہ لبوں کو ریچا نہ کافی ہے ہمارا خون جگر
 ہر چند تمنا کے ہاتھوں میں عیش کا رنگیں جام سہی



غزل

در محبوب پر گھائل کئی چتون کے بیٹھے ہیں
 مٹا کر ہم بھی جان و دل دھنی ہیں من کر بیٹھے ہیں
 بنجانے کتنے موسیٰ طالب دیدار ہیں اُس کے
 برہنہ بتکدے میں منتظر ورنہ کے بیٹھے ہیں
 یہ میری بکسی نے کہہ دیا کیا بے نیازی سے
 کہ وہ خاموش سرہانے مری مدفن کو بیٹھے ہیں
 ہوں شائد بچلیاں بھی ابر کے دامن میں آسودہ
 جلا کر چند دانے آج ہم خرمن کے بیٹھے ہیں
 مصیبت سر جھکاتی ہے ہمارے عزم کے آگے
 کہ ہم بحر حوادث میں بھی اکثر تن کے بیٹھے ہیں

الہی خیر میں نے تو نہیں کی آہ بھی اب تک
 نہ جانے آج کیوں خاموش ہیں اور تن کی بیٹھے ہیں
 جناب محتسب بھولے سے آنکھ تو چمکھ دیکھیں
 یہ حضرت میکرے میں پارسا کیوں بن کر بیٹھے ہیں
 زمانے کو نہ دہرا نا پڑے پھر طور کا قصہ
 بہت نزدیک آکر آج وہ چلین کے بیٹھے ہیں
 مری خوئے وفا سے بدگمانی ہے یہ سرِ میخانہ
 خفا تھے بے سبب لیکن وہ خود کیوں من کے بیٹھے ہیں

نظر اٹھانے کے لیے دیدلانہ کے
 حجابِ ان کی تاجی کا ہم اٹھانے کے

غزل

نہیں ہے عرش بھی حامل کسی کے حسن کا دل کا

کہ آئینہ بنے یہ کام ہے انسان کے دل کا

تجسّی رُخ لیلیٰ نہ مجبورِ نمائش ہو

نگاہِ قیس خود پردہ اُلٹ دی بڑھکے محل کا

کرم کرنے نہیں آتے تو تڑپانے چلے آئیں

سنا ہے خوب ہوتا ہے تماشا رقصِ لعل کا

سما سکتے نہ تھے جولاہاں کی دستوں میں بھی

لیا آغوش میں اُن کو یہ دیکھو حوصلہ دل کا

تے قربان ساقی آج تو نے کس طرح دیکھا؛

کہ اکدم ہو گیا ہے اور ہی کچھ رنگِ محفل کا

مری سیری نہ ہوگی اب تو فردوس بریں لیکر

کہ تیرے واسطے پھیلا ہے دامن تیری سائل کا

ہے اتنا خوں بہا کافی کہ ہر ہر قطرہ خوں میں

نظر آنے لگا ہے عکس رخ اب میری قاتل کا

ہے مجھ کو نارسائی پر بھی اپنی ناز سُرُمحافذا

کہ کیوں شوق سفر پابند ہوتا قیدِ منزل کا



کہ تھکا کر ان کو اپنے پروردہ میں
 کہ تھکا کر ان کو اپنے پروردہ میں
 کہ تھکا کر ان کو اپنے پروردہ میں
 کہ تھکا کر ان کو اپنے پروردہ میں



نعت شریف

(سرور کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور میں)

السلام لے ساقی کو شربِ لبّ لم یزل
 تیرئی خاطر کہد یا خالق نے کُن روز ازل
 اے کہ تیرے اک اشارے سے گئی قسمت بدل
 پھر گئی اکثر قضا بھی دیکھ کر ابرو پہ بل
 اے کہ تیرے رخ سے ظاہر جلوۂ انوارِ ذات
 منظرِ نورِ صفاتِ حق ہے تیرا ہر عمل
 اے کہ تیرا قول قولِ حقِ تعالیٰ بالیقین
 اے کہ تیرا فعل رازِ "ما رمیت" کا ہے حل

لے کہ فخرِ دو جہاں ہے تیرا عظمت و جود
 ناز فرماتی ہے تجھ پر ذاتِ پاک عز و جل
 لے کہ جو محروم منکر ہے رسالتِ سوتری
 لا الہ کہہ کے بھی بیکار اس کا ہر عمل
 اے کہ تیرا ہی تبسم ہے عیاں ہر پھول سے
 کھل اٹھے تیرے کرم سے دل کے جھٹکے کنول
 لے کہ فرمایا ہے تجھ کو رحمتِ للعالمین
 آج بھی دنیا میں ہے تیرا کرم ضربِ مثل
 لے کہ پڑ جاتی ہے دل پر جب کبھی تیری نظر
 سب حجابِ باطنی اکبار گئی جاتے ہیں حل
 منظرِ قومیت ہے دو جہاں میں تیری ذات
 فیضِ سوریارواں ہیں عرب سے قائم حبیل

بند کر لے روزِ دل جو بھی تیرے فیض سے
 دل نہیں سکنا اُسے کچھ زہد اور تقویٰ کا پھل
 وجہ صدنا ز ملک ہی عرشِ اعظم کا طواف
 اور شبِ اسریؑ کیا تھا تو ذُطوفِ عزوجل
 سر اٹھایا جب کبھی بابل نے تیرے روبرو
 ہو گئے دنیا پہ روشن معنیؑ "کیفِ فعل"
 اصل میں ہے عشق تیرا عشق حیّ لا یموت
 اس لئے تیرے محب کو بھی نہیں آتی اصل
 لکھ دیا قسمت میں میری سوز و سازِ عشقِ حق
 تجھ کو پایا ملتفت کا تب نے جب روزِ ازل
 بخش دے لے کاش سترِ شہنشاہؑ کے دل کو زندگی
 وہ کہ ظاہر جس سے ہی لطیف لطیف لم یزل

غزل

اک تبسم اشکھا اے بے شمار
 تیرے وعدوں پر تصدق لاکھ بار
 بے زبانی نے کہا جب حال زار
 محتسب مت پوچھ ہم سے بار بار
 تیرے وعدے پر جو ہوتا اعتبار
 مست و بیخود کر رہا ہے ساقیا
 تیکر رہا ہے اب ترے وعدی کا منہ
 پھول بھی ہنستے نہیں تیرے بغیر
 غیر آئے حالتِ دل پوچھنے
 ہو گئے مختار ہم بھی قیصری
 ایک خاموشی مرے شکوے ہزار
 یہ میری بتائیاں یہ انتظار
 ہو گئے آخر کو وہ بھی اشکبار
 دیکھ لے اُن مست آنکھوں کا خمار
 آنہ جاتا کیا مرے دل کو تزار
 تیری آنکھوں کا یہ ہلکا سا خمار
 میرے سادہ لوح دل کا اعتبار
 روٹھ جاتی ہے گلستاں سی بہار
 ہائے میرا گریہ بے اختیار
 سو نپ کر ہاتھوں میں ان کی اختیار

غلبنہ

بلا سے منقلب ہر وقت روزگار ہے مجھے جو اُن سے محبت ہے برقرار ہے

یہ ضبطِ عشق کا فرمان کہ نم نہ ہوں ملیں
 یہ چشمِ نم کی تنہا کہ اشکبار رہے
 خرد کو فکر کہ وحشت بھی آشکار نہ ہو
 جنوں کا حکم گریبان تار تار رہے
 یہ اُن کا ناز تھا وعدہ کیا نہیں آئے
 مری و فنا کا تقاضا ہے انتظار رہے
 تڑپ تڑپ کے دعا کی مریضِ الفت نے
 اگر یہ دردِ محبت ہو برقرار رہے

جگہ نہ دیگا اسے دردِ دوست ریکانہ اگرچہ دریہ دل فکرِ روزگار رہے

غزل

چھپ جائیں حشر میں بھی ادا سے تو کیا کروں
 لیں کام وہ ستم کا حیا سے تو کیا کروں
 اے غمگسار مانگ چکا صبر بار بار
 تاثیر روٹھ جائے دعا سو تو کیا کروں
 تسکین ہو تو جائیگی و نر یاد سے مگر
 محروم کر جو دیں وہ جفا سے تو کیا کروں
 مانا مسیح وقت ہے تو اے مرے طیب
 ہو درد ہی کو ضد جو دوا سے تو کیا کروں
 بھیجیں جو پوچھنے کو فرشتے تو کیا کہوں؟
 سرِ مجاذبہ بدگماں ہوں وفا سے تو کیا کروں؟

غزل

واعظ ہے فکر و در میں ز اہ خیال حور میں
 ہیں محو موسیٰ طور میں ہم گم قبائے نور میں
 ہے سامنے جانِ جہاں ہر شے ہے آنکھوں کی نہاں
 دوزخ کہاں جنت کہاں سب گم ہیں اُسکے نور میں
 ساقی کی آنکھوں میں کبھی ہم نے بھی دیکھی ہے وہی
 آئی نظر جو روشنی اک دن چراغ طور میں
 ناصح اگر تیری نظر پڑ جائے اس محبوب پر
 کہنا نہ پھر ٹپیں اگر سجدے سر مغرور میں
 اے چارہ گر تو ہی بتا کیا عشق کی بھی ہے دوا
 اب ہے ہی کیا غم کے سوا میرے دل ہجوڑ میں

واعظ پلا اور پی ذرا مٹجائے دل سے ماسوا

ناداں رکھا ہے کیا بھلا افسانہ ہائے دور میں

ہر آرزو دل سے مٹی دنیا کی بھی جنت کی بھی

سُنیحانہ وہ راحت ملی ہم کو غم منظور میں

۞ بارگاہِ کریمیٰ میں بیکس کی التجا ۞

(اپنے آقا کو بظاہر کمزور اور بیمار دیکھ کر)

نُخ پر نور کی زردی سے دل اب خون روتا ہے

کہ ان کے درِ دُسر سے میرے دل میں درد ہوتا ہے

غمِ دنیا سے وہ آزاد ہیں معلوم ہیں یا رب

مگر کمزور ہوں میں میرا دل مغموم ہے یا رب

نُخ شاداب کی پڑمردگی دیکھی نہیں جاتی بُو

نظر اب اُن کے نطائے سے بھی راحت نہیں پاتی

یہ تو جانے کہ کمزوری کے پردے میں چھپا کیا ہے

بہر صورت مری آنکھوں نے تو کمزور دیکھا ہے

الہی بکیوں کی دستگیری جب وہ کرتے ہیں

بتا دے ہاتھ پھر کیوں میرے آقا کے لرزتے ہیں

وہ آنکھیں جن کی مستی کی قسم کھا تو تھے میخانے

نہ جانے کس کے در و دل کے اب کہتی ہیں فسانے

ضیا باری تو ہے لیکن تبسم اب نہیں باقی

وہی نغمہ ہے لیکن وہ ترنم اب نہیں باقی

خداوند امرے مغموں دل کا ہی یہ پر تو ہو :

نظر آتا نہ ہو مجھ کو تبسم کی وہی ضو ہو :

نصیحت فرق شیر و شیر کی گویا دسے مالک

مگر مطلوب تسکین دل نا شا دسے مالک

قوی ہے تو قوی ہیں وہ مگر کمزور ہے یہ دل
 اُنھیں ہر چیز ہے آساں مجھے ہر بات ہے مشکل
 بہ ظاہر بھی مرے مالک کو اب طاقت عطا کر دے
 میرے موٹی مری کھوٹی ہوئی جنت عطا کر دے

غزل

آلام زمانہ میرے لئے اب لے غم جاناں کچھ بھی نہیں
 اک تو جو سلامت دل میں رہے یہ گردشِ دل کچھ بھی نہیں
 کیا میری محبت کا بدلہ لے نا صبحِ ناداں کچھ بھی نہیں
 کیا میرے لئے یہ دردِ جگر یہ سوزِ نہاں کچھ بھی نہیں
 اک درد ہی باقی ہے دل میں حسبِ تاراں کچھ بھی نہیں
 سب آتشِ لفت پہونکتا کی آس میں ساں کچھ بھی نہیں

لے دل میں ترا غم کیسے کہوں کس طرح تغافل کا ہو گلہ :
 کیا ان کی نگاہوں کی پہم یہ پرش نہاں کچھ بھی نہیں
 وہ جب چاہیں اچھا کر لیں بیمارِ محبت کو اپنے
 لے چارہ گر و یہ فکر دوا یہ خواہشِ دُراں کچھ بھی نہیں
 جب پڑ جائے اک ان کی نظر دشوار نہیں کچھ رشتہ کا
 وہ اپنی نگاہیں پھیر لیں تو میرے لئے آساں کچھ بھی نہیں

غزل

اب یوں نہ اپنے عشق کو رسوا کرینگے ہم
 چھپ کر نگاہِ غیب سے تڑپا کرینگے ہم

اُن کو نظر نہ اٹھائے نہ دیکھا کریں گے ہم
 اپنی نگاہِ شوق سے سجدا کریں گے ہم

اس غائبانہ عشق کو مُدّت گزر چکی

اب سامنے وہ آئیں تو سجدہ کرینگے ہم

زیبا نہیں ہیں شوق کی یہ بے قراریاں

اُن کی رضا پہ سر کو جھکایا کرینگے ہم

لے لینگے بیخودی محبت کی آڑ اب

یوں جلوہ ہائے دوست سر پر دہ کرینگے ہم

فرما دیا طیب کو مجبور دیکھ کر

بیمار اپنا آپ ہی اچھا کرینگے ہم

کیا اس کو دیکھ کر بھی ہو جنت کی آرزو

کیا اب بھی ماسوا کی تمنا کرینگے ہم

تا پ نظر نہ قیصری حل جائے قرب سے

اب ان کو دور پیٹھ کے دیکھا کرینگے ہم

غزل

منظرِ شانِ کرمِ جرمِ سیاه من است
 باعثِ رشکِ ملکِ حالِ تباہ من است
 چون به حرم می رسم ناله کنم می تپم
 آه که مقصودِ حج گم ز نگاه من است
 پر تو رخسارِ او در دل من آفتاب
 داغِ غمِ عشقِ دوستِ بمنشین ماه من است
 گاه شود پرده سوز گاه حجاب رخسار
 گاه جمالِ حبیب نیز نگاه من است
 هست گمان و خیال نوریاں را چه جمال
 حاصلِ عرشِ عظیم ناله و آه من است

کردہ نہ ام شکوہ گشت زخوش سر مگیں
 برستش آں نظر نیز گواہ من است
 چوں برسد نژاد تیز رو و سرخ رو
 دعویٰ کند جبرئیل همچو زگاہ من است
 حُسن ز پرده بر لیت ہجر کجا وصل چلیست
 قیصری دہم فراق ہم ز گناہ من است

نعت

دو جہاں کی سر بریزی کہیں اور سر جھکانا
 جہاں سر فراز ہے سر اوہ ہے تیرا آستانا
 ہر مصیبتوں کی آندھی کہ ہو گردش زمانہ
 ترے شعلہ محبت کو سہل نہیں بکھانا

میں نگاہ شوق کو بھی نہیں چاہتا دکھانا ترے حسنِ تصدقِ مردل میں چھپ کے آنا

کہیں کھونہ جائے جنتِ تری رخ کی تابشوں میں

کہ ہے واضحی ترے ہی انوار کا فسانا

ہے فرشتوں کو تمنا گنہگار ہم بھی ہوتے

کہ تری شفاعتوں کا یہ ٹہرنا اک بہانا

مرے اشک تیرا دامن تیرے پاؤں اور مرا سر

یوں ہی کاش ہوتا ممکن تجھے حالِ دل سنانا

تری رحمتوں پہ صدقے نہیں چاہتا شفاعت

کہ نہیں مجھے گوارا ترا حشر میں بھی آنا

مجھے کھینچ لے خدا را اسی آستان کی جانب

نہیں اور کوئی میرا دو جہاں میں بٹھکانا

کہے جذبِ پیسری کو ترے حسن کی تجلی نہ رہی میر باقی یہ حبیں وہ آستانا

غیرتِ عشق

(قطعہ)

تنہائی فراق تھی اور میں خموش تھا دل میں تڑپ تھی لبّ نہ تھا نالہ و بکا
 اکبار کی جو اس کا گذر اس جگہ ہوا یوں میری پاؤں چوم کے کہنے لگی صبا
 لیجاؤں اپنے دوش پہ تیرا پیام شوق کہڈں میں اس سی حال ترک و عشق کا
 بُد مجھ کو اپنا بنالے پیامبر اس بار گاہِ ناز میں بلجائے مجھ کو جا
 میں نے کہا کہ جل کے کسی اور سی یہ کہہ کافی ہے میری واسطے یہ آہِ تارنا

کس طرح سے سکوں گاترے واسطے کو میں

کیسے شریکِ غیر کو کر لوں گا میں بھلا

اظہارِ غم کے واسطے جب میں نے آج تک

الفاظ کا وسیلہ گوارا نہیں کیا

غزل

نہ سازم منزلِ خود کعبہ و دیر و کلیسا را
 نہ ضائع می کنم بر آستانِ غیر سجده را
 بیاساقی سرت گرم مرا جامِ محبت ده
 بیاتابش کنم از شیشه قصه تمنا را
 همه دل در واد گشته ز کیف مستی و صہبہا
 نہ مانده است جا باقی بگو غمہاے دنیا را
 مگر واقف نہ ز اہد ز حسن قد آں شاہد
 کہ گوئی در صحنخانہ فسانہ ہائے طوبیٰ را
 ہزاراں پردہ ہا حائل نظر حیراں دلم غافل
 نمی دانم کہ دیدہ ام چہ گوئہ شانِ یکنارا

یکے زاهد ز چشم مست او محسوس که بر ساقی
 فدا کردن روا باشد ثواب دین و دنیا را
 به بستم نه مد هوشم نه تو به کرده ام ساقی
 نظرافتاد بر چشمت شکستم جام و مینا را
 نه گویم از زبان خوش حال در دل همدم
 چرا مجرم شوم از گفتن آن راز پیدارا
 نظر را پاک کرده ام ز اشک خون دل همدم
 ندیدم بے وضو من مصحف آن روی زیبارا
 بهر جا میکنم سجده شود آن آستان پیدا
 نمی جوید جبینم قیصری نقش کف پا را



غزل

چاہا تھا دوست سے بھی نہ جن درد کو کہوں
 ظاہر وہ سب پہ ہو گیا اللہ! کیا کروں
 تو کیا سمجھ سکے گا اگر تجھ سے کہہ بھی دوں
 یکساں ہے غمگسار کہوں یا کہ چپ رہوں
 بہتر ہے سب کے سامنے آجائیے گا آپ
 لیکن یہ جب کہ حشر میں جلنے کو میں نہ ہوں
 اندیشہ بخود می محبت سے ہے مجھے
 ایسا نہ ہو کہ آپ جو آئیں تو میں نہ ہوں
 اے غمگسار دل میں اگر درد بھی نہ ہو
 تو ہی بتا کہ کس کے سہارے میں پھر چوں

سوچا تھا اب وہ آئیں تو کہدوں گا جالِ دل
 جب سامنے وہ آئے تو حیراں ہوں کیا کہوں
 س مجھ سے سہی نہ جائیگی یہ بے حجابیاں
 ظاہر وہ ہو گئے ہیں تو اب میں ہی جا چھپوں
 اک درد تھا سو اس کا بھی احساس اب نہیں
 پہلو میں کیا رہا ہے جسے اپنا دل کہوں
 دوزخ جگہ نہ دیگی مرے سوزِ عشق کو ۛۛۛ
 جنت ہے زاہدوں کے لئے میں کہاں رہوں
 حیرت نے مجھ سے چھین لی تابِ نگاہ بھی ۛ
 جی چاہتا تھا دیکھ کے بچدے میں گر پڑوں
 سرِ میخانہ جو نگاہ پڑی بن گئی حجاب
 کب تک وصالِ یار میں فرقت کا غم سہوں

غزل

نقاب اوڑھ کے جلوے دکھائے جاتے ہیں

وہ دُور ہو کے بھی نزدیک آئے جاتے ہیں

بھی نے دیکھ لیا تجھ کو بر سر محفل

مجھ سے کیا ترے جلوے چھپائے جاتے ہیں

ہیں درد ہائے غم عشق زندگی دل کی

یہ وہ فسانے نہیں جو سنائے جاتے ہیں

الہی منزل مقصود کا پتہ کس کو

مرے ابھی سے قدم ڈگمگائے جاتے ہیں

ستارے بن کے چمکتے ہیں عرشِ اعظم پر

وہ اشک جو ترے غم میں بہائے جاتے ہیں

وہ حکم دے کے ہمیں ہوشیار رہنے کا ۔

نگاہ مست سے بخود بنائے جاتے ہیں

یہاں قبول نہیں سجدہ ریا زادہ

یہ میکہ ہے یہاں دل جھکائے جاتے ہیں

نہ کہہ کہ طفل تسلی کو میں نہیں سمجھا

کہ یہ فریب سمجھ کر بھی کھائے جاتے ہیں

یہ راہ عشق ہے یاں ساتھ ہوں نہ اُمیدیں

کہ یہ چراغ تو پہلے بجھائے جاتے ہیں

یہ راہ عشق ہے یاں غم کی تند آندھی سے

چراغ ہائے تمنا بجھائے جاتے ہیں

کہاں وہ شور و فغاں ابتداءے الفت کا

کہ اب تڑپتے ہیں اور مُکرائے جاتے ہیں

نہ پوچھ حالتِ سرِ میخانہ چارہ گرجہ سے
کہ دل میں داغِ محبت چھپائے جاتے ہیں

غزل

کیا بار سے اشکوں کے قطر بھی نہ اُٹھے گی
کیا آہ یوں ہی سینہ سوزاں میں گھٹے کی
پھونکے ہوئے پانی سے مرے ہادی و مرشد
کیا پیاس مری منتظر آنکھوں کی بجھے گی ؟
کیا دور کر سکیں گے تپِ غم کو یہ طیب
بیہوش ہو کے بنجودِ عشق چھپے گی ؟
کیا تنگی انفا س کا پردہ ہی رہیگا ؟
کیا سانس یوں ہی ضبطِ محبت سے گھٹے گی ؟

کیا ضبط کا شیوا نہ سکھالے گا تراظف ؟
 کیا صبر کی پونجی یوں ہی بیکار لے گئی ؟
 کیا جام و سبو پردہ نہ رکھ لیں گے نظر کا ؟
 کیا بخودئی عشق نہ مستی میں چھپے گی ؟
 کیا اب عرقِ تپ میں یہ آنسو نہ چھینکے ؟
 کیا میری منسی قیصری غیروں میں اڑے گی ؟

غزل

فریاد کا بھی غم میں سہارا نہیں لیا
 تڑپا ہوں اور نام تمہارا نہیں لیا
 لے نا خدا سے عشق ہیں نا کامیاں گواہ
 گرداب دیکھے میں نے کنارہ نہیں لیا

جو گر پڑا تھا صبر کے ہاتھوں ہو چھوٹ کر

امن میں آپ نے بھی وہ تارا نہیں لیا

کیوں حال زار دیکھ کے آخر خفا ہیں اب

فسر یاد کی ہے نام تمہارا نہیں لیا

محشر میں کام آ ہی گئیں پردہ داریاں

پہچان کر بھی نام تمہارا نہیں لیا

ریگانہ جب وہ آئے مجھے خود سنبھالنے

میں نے بھی پھر کسی کا سہارا نہیں لیا

جب تک میڈلوٹ نہ جائے نہ آئیں گے
اللہ کسی صبر انہیں انتظار سے

ساقی نامہ

پڑمردہ دلوں کو کھلا ساقی اعجازِ نقطے سے جلا ساقی
 ہر قسم رہائی دلا ساقی یوں بادۂ عشق پلا ساقی
 پیمانۂ دل میں ظرف ہے کم ہاں سچ ہی سہی بدست ہیں ہم
 کبتک یوں تشنہ لبوں پہ ستم کبتک ہم سے یہ گلا ساقی
 گھنگھور گھٹا پھر چھائی ہے توبہ پر آفت آئی ہے
 ہاں تیرے کرم کی دہائی ہے اب اپنی نقطے سے پلا ساقی
 پھر مست لگا ہیں اٹھنے دے انوار کے جلوے لٹنے دے
 پھر سر قدموں پر جھکنے دے پھر مجھ کو خدا سے ملا ساقی
 کمزور تھا یہ دل ٹوٹ چکا اب ضبط کا دامن چھوٹ چکا
 غم صبر کی پونجی لوٹ چکا پھر غنچہٴ دل کو کھلا ساقی

طالب ہی رہے باقی نہ طلب
مٹ جائیں غم و آلام یہ سب
پھر ایسی شراپیش و طرب
پیمانہ غم سے پلا ساقی
غیروں کی نظر سے بچ کے ذرا
پھر جام و شراب و سبوتا
اعجاز نگاہ مست دکھا
پھر مُردہ دلوں کو جلا ساقی
آباد ہیں تیرے میخانے
بریز ہیں سارے پیمانے
ریکانہ بیکس کیا جانے
کیوں اس کو کچھ نہ ملا ساقی

دو شعر:

تم نے تو لکھ دیا کہ نہ آئیں گے آج ہم
بجلی سی گر پڑی دل امتیہ دار پر
اے دل! وہ اپنے وعدے کے مختار تھے مگر
غصہ تو آ رہا ہے ترے اعتبار پر

غزل

جی بھر کے تجھ کو دیکھ تو لین سحباب ہم
پھر دیکھتے رہیں گے حساب کثاب ہم
یوں لین تین انیوں سے نہ گستاخ کیجئے
ایسا نہ ہو الٹ ہی دیں بڑھکر نقاب ہم
بدنام ذوقِ بادہ کو کرتا ہے محاسب
ساتی پیئنگے جام و سبوتے شراب ہم
زاد نہ ڈر خدا کے لئے یوں شراب سے
سہہ لینگے روزِ حشر ترا بھی عذاب ہم

آباد غم سے دل ہوا ناصح یہ کم نہیں
ہونا تھا خیر ہو گئے خانہ خراب ہم
ہر چند خود نمائی کا منظر ہے ہر نقاب
سچ کہہ رہے ہیں وہ کہ نہیں بے حجاب ہم
اس اک رنگا و گرم پہ لاکھوں گرم نثار
سچا سناں بھول سکتے ہیں کیا وہ عتاب ہم

غزل

مل جائے درد ایسا کہ چار انہ ہو کہیں

وہ بحر غم کہ جس کا کنارہ نہ ہو کہیں

اغیار کے ہجوم میں کھی تجھ کو اے حبیب

بے اختیار میں نے پکارا نہ ہو کہیں

آیا تھا بخود ہی میں جو ہونٹوں پہ بار بار

ڈرتا ہوں اب وہ نام تمہارا نہ ہو کہیں

تنہائی فراق میں بیمارِ عشق نے

میرے مسیح تجھ کو پکارا نہ ہو کہیں

یہ سوچ لیجئے گا کہ دیدار آپ کا

بیکس کی زندگی کا سہارا نہ ہو کہیں

آنسو سمجھ لیا ہے جسے تو نے بے نیاز

ٹوٹی ہوئی امید کا تارہ نہ ہو کہیں

چپ چاپ میں نے سہہ لئی غیروں کے کھٹی ستم

یہ سوچ کر کہ تیرا اشارہ نہ ہو کہیں

ہونا پڑے نہ ہم کو پشیاں بجائے دوست

فریاد بھی قصور ہمارا نہ ہو کہیں

مجھ کو ستائے گردشِ دوراں کی کیا مجال

سَیِّحَانۃ اس نظر کا اشارہ نہ ہو کہیں



کسی کے چہرہ انور کی جانب جب نظر اٹھے

تو اک محروم نظارہ پہ دو آنسو بہا لینا



کب تک

کوئی یہ پردہاں سے پوچھے کہ دل میں چھپ کر حجاب کب تک
 دیا ہے شوقِ کلیم مجھ کو تو لن ترانی جواب کب تک
 مجھے ہیں تسلیم سب خطائیں مگر کرم بھی تو کوئی شے ہے
 سہوں میں فرقت کا رنج کیونکر یہ مجھ پہ آخر عذاب کب تک
 ادب کا یہ حکم ہے نہ دیکھیں اگر وہ خود بے حجاب بھی ہوں
 مگر یہ ہے شوق کا تقاضا کہ اُن کے رُخ پر نقاب کب تک
 سنبھل دل بیقرار آخر، کبھی تو ہو گا اثرِ دُعا میں
 نہ کر سکے گا کرم پہ مائل انھیں ترا اضطراب کب تک
 ازل ہی سے ابتدا ہوئی تھی بس اس قدر جانتا ہوں ناصح
 خدا ہی جانے رکھے گا مجھ کو یہ عشقِ خانہ خراب کب تک

تجھے ترے حسن کی قسم ہے جلا کے مجھ کو فنا بھی کرے
 کہ سوزشِ ناتمام کا میں سہوں گا آخر عذاب کب تک
 الہی کیا ذوق ہم کلامی رہے گا محتاجِ نامہ بر کا
 وہ "من ورائے حجاب" مجھ سے کرینگے آخر خطاب کب تک
 نہ دیر کر شہ لب ہوں ساقی کہ اب گھر گھر کے چھٹ چکا ہے
 رہے گایوں انتظار ہی میں فلک پہ یہ ماہِ تاب کب تک
 ذرا ادھر آ کہ جامِ مئے میں دکھا دوں عکسِ نگارِ زار ہر
 رکھے گی مقصود ہی سے غافل تجھے یہ فکرِ ثواب کب تک
 جہانِ فانی کی بے ثباتی کو دیکھ کر بھی ہوس ہے باقی ؟
 نہ دے گی عبتِ سر کا درس لے دل تجھے یہ واضح کُناب کب تک
 ہوا یہ معلوم قیصری کہ ہے نامرادی مراد میری
 امید کا یہ فریب نگیں یہ آرزوؤں کے خواب کب تک

غزل

اے مے پردہ بین موسیٰ کو ترپاٹا ہے کون
 لن ترانی کہہ کے پھر خود سامنے آتا ہے کون
 ہو گیا ہے چھپ کے ظاہر کس کا حسن پردہ سوز
 دیکھ کر محو نظارہ دل میں چھپ جاتا ہے کون
 میں تو راضی ہوں نہ کر میری دعاؤں کو قبول
 ہاں مگر لوٹا کے خالی ہاتھ شرماتا ہے کون
 سامنے آکر مروت اور کرم سب کچھ سہی
 خون کے آنسو مگر فرقت میں رلواتا ہے کون
 سوزِ غم! اب تک اگر پہلو میں دل باقی نہیں
 پارہ پارہ ہو کے پھر آنکھوں سے بہہ جاتا ہے کون

اُلفتِ پروانہ و بلبُل اگر ہے بے اثر
 شمع کیوں جلتی ہے اور پھولوں کو رلواتا ہے کون
 ہیں مری شہ رگ سے بھی نزدیک دوری میں مگر
 قرب میں وہم و گماں سے دور ہو جاتا ہے کون
 میں اگر چاہوں بھی تو اٹھتے نہیں کیوں اب قدم
 کھینچ کر پھر آستانِ یارت تک لاتا ہے کون
 کیوں برستا ہے مرے آنکھوں سے اب خونِ جگر
 ہائے سرتجاکانہ دل بیکس کو تر پاتا ہے کون

غزل

اس زندہ دلی کے پردے میں جو غم پنہاں ہے کیا کہئے
 ہے سر و بظاہر دل لیکن جو سوز پنہاں ہے کیا کہئے

کچھ عرش کا قصہ ہم نے بھی واعظ سے سنا تو ہے لیکن

اس دل کو یقین آتا ہی نہیں محبوب کہاں ہو کیا کہئے

جو آنسو دریا بن جاتے وہ شرکاں تک بھی آنے کے

گو خسر سا برپا ہے دل میں خاموش زباں ہے کیا کہئے

یوں خسر میں تیرا آجانا ہر چند گوارا مجھ کو نہیں؟

کس طرح چھپالوں میں دل میں تو جان بھاں ہے کیا کہئے

جب وہ گئے تاروں میں چمکنے لوں میں مہکاتی ہی نہیں

ہیں شمس و قمر موجود مگر تاریک جہاں ہے کیا کہئے

اک دل جو ٹڑپتا تھا پہلے آنکھوں سے بہا آنسو بن کر

اب روح تڑپتی ہے جس سے وہ درد کہاں ہے کیا کہئے

ہر قطرہ خوں کے گرنے سے ہے شورا تا قاتل پیدا

واللہ عجیب کچھ منقل میں رنگین سماں ہے کیا کہئے؟

جی چاہتا ہے غیروں کی جگہ خود اُن سے سنوں باتیں ان کی
 کیوں باعث تنگی دل و اعظایہ تیرا بیاں ہے کیا کہیے
 آغازِ محبت میں ہمدم! ناداں تھا میں جو کہہ بیٹھا
 ہر داغِ محبت اب دل کا اک رازِ نہاں ہے کیا کہیے
 اب کون کرے امداد مری اب کیسے بلالوں میں ان کو
 جو اُن سے تڑپ کر کچھ کہتا وہ دل بھی ہاں ہی کیا کہیے
 فرقت میں یہ سمجھایا دل کو وہ آئیں تو فسریا دکروں
 اب دیکھ کے اُن کو سرِ میحانہ خاموش زباں ہی کیا کہیے

غزل

مرے سثارِ شرمندہ نہ کرنا برسرِ محفل
 سنا ہو گا یہ تو نے بھی حسابِ دوستاں درو

فدا یہ جان و دل تجھ پر چلا بھی آمرے قاتل
 فنا ہو ہو کے باقی ہو ہی جائے گا ترا بسمل
 مے ذوقِ طلب کو یہ گوارا ہی نہیں ہمدم
 مجھے موجوں سے لڑنے دے مبارک ہو تجھ سال
 الہی کیسے آئیں وہ، الہی کیسے خلوت ہو
 ہجومِ آرزو سے بن گئیں تنہائیاں محفل
 کسی کی اک جھلکے طور کو بھی جب جلا ڈالا
 نگاہِ یار! کیوں پہلو میں باقی رہ گیا ہے دل
 حجابِ حسن کا مطلب نگاہِ شوق سے پوچھو
 ہر اک پردہ ہوا ہے جلوہ ہائے یار کا حال
 خدا را ربطِ حسن و عشق کی کچھ لاج رکھ لینا
 ستم کرنا مرے اوپر کرم پر جب نہ ہو مائل

کہاں یہ بخود ہی شوق کو فرصت سمجھنے کی
 کہ آئی ہی نہیں یارہ گئی پیچھے مری منزل
 دکھا سکتا ہوں ناصح! میں نظر تو دے نہیں سکتا
 تعجب کیا کہ اُن کو دیکھ کر بھی تو نہیں قائل
 مجھے معلوم ہے فریاد تنگِ عشق ہے لیکن
 خموشی سے یہ بارِ غم اٹھالینا بھی ہے مشکل
 جبینِ قیصری کو آستانِ یار کافی ہے
 خلوصِ عشق ہوتا ہی نہیں فردوس کا سائل

غزل

نہ قاصد کو بھی حالِ دل بتاتے ہم تو اچھا تھا

سکوتِ غم سے اُن کو ہی سناتے ہم تو اچھا تھا

ہجومِ حشر میں وحشت نے کچھ چاہا تو یہ چاہا

انہیں دل میں چھپا کر بھاگ جاتے ہم تو اچھا تھا

متاعِ ہوش کھودینا ہمیں منظور تھا لیکن

تصور میں تجھے موجود پاتے ہم تو اچھا تھا

نگاہِ شوق آخر رہ گئی گم ہو کے جلووں میں

تجلی کا یہ پردہ بھی اٹھاتے ہم تو اچھا تھا

وہ رخصت کر چکے لیکن تجھے کس طرح لیجائیں

دیارِ دوست میں لے دل نہ آتی ہم تو اچھا تھا

اللہی خاک کے ذروں پہ کیا کیا رشک آتا ہے

کسی کی راہ میں بلکین پھاتے ہم تو اچھا تھا

تری چارہ گری نے یہ سکھایا ہے ہمیں ہمد

کہ درِ عشق کو دل میں چھپاتے ہم تو اچھا تھا

صبا کیون جذب کرتی ہے ہمارا شک دامن میں

یہ موتی اُن کے قدموں پر لٹاتے ہم تو اچھا تھا

ہمیں کم ظرف کہہ دیتے ہتھکڑیوں کہا اُن کو

نہ ہمدردوں کو حالِ دل سناتے ہم تو اچھا تھا

نہ جانے کتنے دھوکے کھا کے یہ سیکھا ہر سرِ میخانہ

اگر دامِ تمنا میں نہ آتے ہم تو اچھا تھا

غزل

شوق و ابستہ نہ ہو منزل کیسا تھ

سردِ آخر ہو گئیں بس کیسا تھ

روح بھی بیتا ہے اب دل کیسا تھ

واسطہ میرا ہے اس قاتل کیسا تھ

جستجو ہو جذبہ کمال کے ساتھ

آرزوؤں کی تڑپ تھی دل کیسا تھ

پھنکے ہوئے سوزِ غم سے جگر

قتل جو کرتا نہیں اک بار میں

سینہ ویراں میں کچھ باقی نہیں ورد بھی جاتا رہا ہے دل کے ساتھ
 کس نے مانگی تھی یہ جنت اکرم چھڑکیوں کرتا ہے تو سال کے ساتھ
 آسماں رفتہ محفل یار کی جمع ہیں تاکے میرے کام کے ساتھ
 چھوڑ دوں موجوں سونا صبح کشمکش جستجو بٹائے گر ساحل کے ساتھ

یہ نگاہ شوق جانے قیصر ہی

رابط کیوں مجھ کو ہوا یہ محفل کے ساتھ

غلز

پہچانتے نہیں ہیں الہی خوشی کو ہم

کس طرح دل میں آنے دیں سن جنبی کو ہم

آنکھوں سے کاش پہلو چھین جائے روشنی

تیرے سوا جو شوق سے دیکھیں کسی کو ہم

کرتے ہیں طرز جب کبھی بچارگی پہ غیہ
 پاتے ہیں پاس یار کی چارہ گری کو ہم
 آسان کر دیا تھا کبھی جس نے ہجر کو
 مدت سے ڈھونڈتے ہیں اُسی بخودی کو ہم
 ہمدم! خدا کے واسطے مت بار بار پوچھ
 یہ راز وہ نہیں کہ بتادیں کسی کو ہم
 ایسا نہ ہو کہ دیکھ کے جل جائے آسماں
 جی چاہتا ہے دل میں چھپالیں خوشی کو ہم
 ہوتا دعائے صبر کا گر بخودی میں ہوش
 ناصح! خدا سے مانگ نہ لیتے اسی کو ہم
 خلوت کدہ ہے دردِ غم عشق کا یہ دل
 امید وصل! آنے دیں کیسے خوشی کو ہم

آخر کسی کو آہی گیا ترس قیصری
دیتے ہیں اب دعائیں تری بیسی کو ہر دم

غزل

دامن میں چھپ نہ جائے تو ستار کیا کرے
شرم گنہ سے پھر یہ سبہ کا ر کیا کرے

جس کو جگہ نہ دیں تری رحمت کی سعتیں

”تو ہی بتا کہ پھر وہ گنہگار کیا کرے“

پہلے ہی سوز عشق سے جل جائے گی زیاں

اب کوئی اپنے درد کا اظہار کیا کرے

- موقوف موت ہی پہ اگر ان کی دید ہے

پھر جی کے اُن کا طالب دیدار کیا کرے

فریاد ننگ عشق ہے اور ضبط غم محال
اللہ شہد ستم یار کیا کرے

جب تیرے انتظار میں آئے نہ موت بھی

میرے سچ پھر تیرا بیمار کیا کرے

دل میں سوائے عشق کے جو کچھ تھا جل گیا

اب اور میری آہ شرر بار کیا کرے

دیدارِ حسن یار کی امید گر نہ ہو ۛ ۛ

جنت کے واسطے کوئی اصرار کیا کرے

میری زباں نے کر لیا اقرارِ جرم خود ۛ

جب دل ہی یار کا ہو تو انکار کیا کرے

وہ سوز ہے کہ خشک ہو اچشمہ سرا شک

سرمحانہ اب یہ دیدہ خونبار کیا کرے

غزل

چرخ کجا که سه کنم آه جگر گداز را
 دشت کجا که می برم شوقِ جنوں نو از را
 ناصح! بروز عشق پُرس آخر چه شد که غزنوی
 خواجه خویش میکند بنده خود ایاز را
 عشق چون شد امام من قبله ساختم رخس
 حاجتِ اجر نیستم من چه کنم نماز را
 من نه روم بر اے خضر و ضئے او گذاشته
 من نه دهم به جنتِ خار و خس حجاز را
 چشم ز غیب بے بصر قلب ز ماسوا تہی
 حسن قبول می کند سجدہ بے نیاز را

گر به کشد نقاب رخ سوخته می شود و نظر
 تاب کرا که بنگرم حسن سراپا تا ز را
 شسته ز خون دل زخم بر کف پائے او نهیم
 آه نه دانی ز اهدا لذت این نماز را
 منزل خویش میکنم گاه مفتاح بخودی
 گاه بیک قدم کنم قطع ره دراز را
 گر بکس کنم بیاں سوخته می شود زباں
 در دل خود نهفته ام لذت سوز و ساز را
 من بکنم هزار بار سجده شکر پیش او
 گر نه کند ز من جدا این غمِ دل نوا را
 آه پسر منم نشین حالت در قیصری
 عشق نمی کند عیاں از لب خویش را ز را

غزل

ترا آستانہ ہوا اور میرا سر ہو
 یہ ویران دل کاش اب تیرا گھر ہو
 غم عشق وہ ہے کہ جب چشم تر ہو
 ہر اک اشک میں رنگِ خونِ جگر ہو
 دعائے کٹنے کی گر بے اثر ہو
 تو یارب شبِ زندگی کی سحر ہو
 میں دیکھوں تو پھر اور کوئی نہ دیکھے
 نفتابِ رُخ یار میری نظر ہو
 کوئی اور تدبیر ممکن نہیں ہے
 ترا درد ہی کاش اب چارہ گر ہو

ہے بیتاب جاں تن میں دل پارہ پارہ
 یہ وہ درد ہے جس سے ٹکڑے جگر ہو
 نہ دیکھیکا محشر میں بھی اس کو زاہد
 جو دنیا میں تیری طرح بے بصر ہو
 مٹا دے مرے دل سے ہر اک تمنا
 تری آرزو کے علاوہ اگر ہو
 اگر خود نہ آئیں تو کیوں کر بلاؤں
 کروں کیا اگر ہر دعا بے اثر ہو
 ہے آزاد فکر زمانہ سے وہ دل
 جو دردِ غم دوست سے پہرہ ور ہو
 سما جائے سرِ میحکاتہ یوں نور ان کا
 کہ دل کا ہر اک داغ رشکِ قمر ہو

غزل

خم شود ہر دو جہاں پیشِ خم ابروئے من
 چوں نہادِ دم بر زمین آستاشِ روئے من
 نیست جز وصلِ مسجم چارہ گردِ ابروئے من
 زندہ گردِ دم بعدِ مُردن گریباںِ سوئے من
 من نہ دارم حاجت لے قاصدِ خوشخوئے من
 خود بگویم حالِ دل گریاںِ بندِ سوئے من
 گفت پیدا می شود از کن جہانِ آرزو
 باز بر ہم می کنم از یک خمِ ابروئے من
 بستہ ام از ذکرِ غیرِ دوست چوں لبہائے خود
 می کند ذکرِ حبیبِ ہر زبانِ موئے من

من بامیدے کہ حاصل می شود شیریں مرا
 آورم خونِ جگر از سینہ ام در جوئے من
 گفتش ہر خار را ہت می کند خاتم طلب
 گفت ہچو می شود نادان اندر کوئے من
 خستم از نالہ پر سوز ہفت افلاک را
 میکنم آتشِ پیا آید صبا گر سوئے من
 من فرستم ہچو مجنوں دریا باں قیصری
 گشت صحرا ہر چمن اندر بہار از ہوئے من

غزل

عجیب لطف ہے روداد غم سنانے میں
 کہ اُن کا نام بھی آتا ہے اس فسانے میں

تجھی کو ترس نہیں آتا مجھ پہ لے ساقی

کہئے ہی نہیں باقی شراب خانے میں

کسی کی دید کے لائق کہاں رہا یا رب

وہ دل جو ٹوٹ گیا بار غم اٹھانے میں

اُجڑ گیا ہے چین زارِ آرزو کی سر:

ترے خیال سے دنیا تو دل بسانے میں

کروں وفا میں فرشتوں کے سامنے ظاہر

کسر تھی کیا ابھی اُلفت کے آزمانے میں

کہا یہ شکوہ تاخیر پر کہ تیز ہو شوق

یہ مصلحت تھی مرے جلد تر نہ آنے میں

جھکا دیا مرے مغرور سر کو بھی جس نے

ہے کنسی وہ شش اُن کے آستانے میں

سوائے اس کے محبت کا کیا صلہ ہوگا

کسی کو لطف ملا ہے مجھے ستانے میں

وفانے لی مرے دل میں پناہ سرِ مِحْکَا نہ

اسے جگہ نہ ملی جب کہیں زمانے میں

غزل

چہ گو نہ حال دل گویم کہ یارم مہرباں باشد

بہم بستہ کہ پیوستہ محبت بے زماں باشد

خلوصِ عشق از باغِ ارم ز اہد! گراں باشد

اگر اجرِ محبت بہت وصلِ جانِ جاں باشد

مرادِ عشقِ مستی ناصحا پر وائے جاں باشد

اگر این زندگانی بے محبت جاوداں باشد

کہے در بزم می رسم گہے بر خاک غلطی
 تقاضائے جنوں گا و چنیں گا و چنان باشد
 کنم و اللہ ترک عشق گر ثابت کنی ناصح - !
 مثال ماہر وئے من کسے اندر جہاں باشد
 مراد در ہجر آوردند یاراں چوں پیش او
 طیبم کر تشخیص مگر در و نہاں باشد
 خدایا بگذر و عمرم مثال باد و زحمتش
 مگر وقتے کہ او نرودم بہاند جا و داں باشد
 نہ حال دل تو اں گفتن نہ ہمدم تاب گویائی
 و گردارم چرا گویم کہ این راز نہاں باشد
 نمی گنجد پیش جہت جہاں پرواز شوق من
 برائے قیصری یارب! فضاے لامکاں باشد

فراقِ دوست

صبح کا آہِ خندہ محسوسم مجھ کو کرتا ہے اور بھی محسوسم
 اب تو گلگونہ شفق سے بھی ہوتا ہے خونِ آرزو محسوسم
 یلی شب کے گیسوے مشکیں مجھ کو ہوتے ہیں اک بلا معلوم
 چاند آتا ہے اب نظر مجھ کو زرد چہرہ اداس اور محسوسم
 چاندنی چادر کفن سی ہے آہِ یارب مرادِ دل محسوسم
 میرے آنسو پہونچ گئے شاید ورنہ کیسے ہیں آسمانِ نجوم
 مجھ کو حسنِ بہار سیاب کیا جبکہ دیدار سی ہوں میں محسوسم
 کثرتِ گل ہر ایک باغ میں ہی اور میرے دل چسپرتوں کا نجوم

قصہٴ آہِ یہ مری حالت

کیا مرے دوست کو نہیں معلوم

غزل

یاس نے لب تک نہیں آنے دیا
 رہ گئی دل ہی میں رُک کر التجا
 چھپ گئے پردے میں وہ روز ازل
 عشق کا جب قول ہم سے لے لیا
 میکدے میں کیوں جھکے زاہد کا سر
 یاں ہوا کرتے ہیں سجدے بے ریا
 سینہ ویراں میں یوں روشن ہے دل
 جیسے ویرانے میں ٹوٹا سا دیا ❖
 ذکر اُن کا اور بزمِ غم میں ❖ ❖
 وحشتِ دل! آج تو نے کیا کیا ❖ ❖

سب جب اُڑ کے سب اُس مئے جاں سوز سے
 میں نے اُن سے جام لے کر پی لیا
 ہو گیا ساکت دل مجسروح اب
 یہ تڑپتا ہی رہا جب تک چیا
 تک رہا تھا میں دیم رخصت اُنھیں
 آنسوؤں نے ان کو اوجھل کر دیا
 کیا بتاؤں چھن گیا قیصری
 میں نے جب دنیائے دوں سے کچھ لیا

غزل

دل بیکس شب فرقت کی بھی آخر سہ ہوگی
 اُنھیں خود ترس آئے گا دعا جب بے اثر ہوگی

نظر آتے ہیں کچھ بگڑے ہوئے تیورِ محبت کے
 مٹا دیگی اُمیدِ دل بھی دل میں اگر ہوگی
 سہلے گا جام کوثر جب تجھے زرا ہد قیامت میں
 ہمارے خشک ہونٹوں پر ترحم کی لٹہ ہوگی
 جھگڑتا ہے یہ شکوہوں پر تو ہی اب فیصلہ کرے
 مراد دل ہے تری جانب تری رحمت کہ طہر ہوگی
 شہیدانِ محبت بڑھ کے خود رکھاریں گے قدموں پر
 نظر آئیگا جب قاتل کسے پر وائے سر ہوگی
 کوئی قاصد نہیں بتائیں خود کچھ کہہ نہیں سکتا
 الہی حالتِ دل کی اُنھیں کیسے خبر ہوگی
 مجھے معلوم ہے ناصح کہ اس میں خطرۂ جاں ہے
 مگر بے عشق آخر زندگی کیسے بسر ہوگی

خدا کے سامنے جھک جائیں گے مومن قیامت میں
 مری کا فرجیں لیکن صنم کے پاؤں پر ہوگی
 جگر پھینک جائیگا میں نے اگر کی آہ سرِ میخائلہ
 بے گاشک بن کر دل اگر اب چشم تر ہوگی

غزل

میں کہہ سکتا نہیں یہ غم کسی سے
 تری فدا د کرتا ہوں تجھی سے
 نہیں چونکا میں اب تک بخودی سے
 خدا یا جا رہے ہیں وہ ابھی سے
 نہ جانے یا س نے کیا کہہ دیا ہے
 کہ سہما جا رہا ہے دل خوشی سے

امید غمگساری آہ کیوں ہو :
 کہ شکوہ بھی نہیں باقی کسی سے
 اگر داتا ہے وہ محتاج ہیں سب
 تو اُس کو مانگتا ہوں میں اسی سے
 تعلق ہے ہمیشہ سے الہی :
 تبری رحمت کو میری بیکی سے
 نمک پاشی نہ کر زخموں پہ ہمد م
 پریشاں ہوں میں اس چارہ گری سے
 ہو بس اک آرزوئے دید پوری
 مٹا دیں اور ہر حسرت خوشی سے
 نہیں خود داری غم کو گوارا
 کہ ان کا راز میں کہدوں کسی سے

سکسی صورت سے بارِ غم تو کم ہو :
 اجازت ہو تو میں کہدوں تجھی سے
 سوا تیرے ہے اس کا کون یا رب
 خفا کیوں ہو گیا توقیفِ صوری سے

غزل

ظاہر ہے نورِ حق ترے لکشِ جمال سے
 ہوتی نہیں یہ بات محض خد و خال سے
 دوری میں بھی قریب ہیں شہِ رگ سے العجب
 ہیں دورِ عینِ وصل میں وہم و خیال سے
 وہ آگئے ہیں جب سے تصور میں روبرو
 روشن ہے کائنات ہمارے جمال سے

جو کہہ سکی نہ میری ندامت بھی روزِ حشر

وہ کہہ دیا خود اُن کے کرم نے جلال سے

لے چرخ تیرے بدر میں بھی روشنی سہی

آزاد داغِ عشق ہے لیکن زوال سے

سینہ پہ سل ہوا و زباں پر احد احد

تو حید یہ ہے میں نے سنا ہے بلالؓ سے

شیطان کا بھی خشر مرے سامنے نہ ہو

ڈرتا ہوں نار سے بھی زیادہ جلال سے

موجود اتنا زمن و تو ہے آج بھی :-

شکوہ یہ میرے دل کو ہے برقِ جمال سے

میں التجائے رحم کروں بار بار کیوں بڑ

واقف ہیں وہ مرے دل بیکس کے حال سے

پر دے میں تم نہ ہوتے تو میں پھونکتا فلک

کرتا نہیں ہوں آہ تمہارے خیال سے

پابند کر لیا ترے گیسو نے اس طرح

آزادِ قیصری ہے تمنا کے جال سے

غزل

وہ اس انداز سے کرنے کو آئے تھے میسائی

کہ میری روح شوق دید سے آنکھوں میں کھنچ آئی

رہی محروم جس سے حضرتِ ناصح کی دانائی

دلِ نادان سچ کہہ تو نے وہ دولت کہاں پائی

دو عالم کی نگاہوں سے چھپا ہی تو لیا میں نے

بالآخر ہو گیا پابندِ سیرِ دل میں ہر جاسائی

میں اکثر عرشِ عظیم کو بھی پیچھے چھوڑ جاتا ہوں
 فرشتے ہیں مری پر دوازِ الفت کے تمنائی
 اگر جوشِ جنوں کا تجھ کو اندازہ نہ تھا ہمد م
 تو کیوں مجھ سے قفس میں کہہ دیا آکر بہارِ آئی
 سنایا جب کبھی اُمتیہ نے افسانہ راحت
 مرے مایوس دل میں دردِ بن کر ہی خوشی آئی
 نظریں چچ نہیں سکتا کسی کا حُسن اب ہمد م
 جمالِ دوست کی دیکھی ہے میں ذِ شانِ بختائی
 فسانہ ہائے طوبیٰ سے مجھے دلِ لشگی کیوں ہو :
 کہ آنکھوں میں سمائی ہے کسی کے قد کی رعنائی
 منھیں دیکھا تو آنکھوں میں لرز کر رہ گئے آنسو
 بہت چاہا مگر لب تک شکایت بھی نہیں آئی

بہل سکتا ہے اس کے ہجر میں طرح رہی تھانہ

وہ وحشی دل کہ جس نے وصل میں راحت نہیں پائی

غزل

کریں خود قتل وہ ناز و ادا سے :

کہیں پھر مر گیا بیکس قضا سے :

* نہیں کرتے نظریوں میری جانب

کوئی سمجھے نہیں دیکھا حیا سے

چھپا یا مجھ سے مسجد میں بھی چہرہ

دعا ظالم نے مانگی اس ادا سے

رکھا دوش عدو پر ہاتھ اپنا

مجھے دیکھا جو آزر دہ جہنا سے

بنایا لغزش (ق) پایا کو بہسانہ ۛ
 کہے کیا کوئی ایسے دلربا سے ۛ
 منالے اسے اجل اب تو ہی آکر ۛ
 نظر آتے ہیں وہ اب بھی خفا سے
 نیازِ عشق کے لاکھوں فسانے
 کہے میری حبیبیں نے نقشِ پاسے
 وہ راضی ہوں تو یہ سارا زمانہ
 خفا ہوتا ہے ہو جائے بلا سے ۛ
 جہیں سے سن لیا کیوں میرا قصہ
 خفا ہیں قیصری وہ نقشِ پاسے

نوٹ ————— اشعار مندرجہ بالا ان فارسی شعروں کا ترجمہ ہیں
 * مارا بغمرہ کشت و قضا را بہانہ ساخت

خود سوئے ماندید و حیا را بہانہ ساخت

رفتم بہ مسجد کہ بنیم جمال دوست
 دست اش بر رخ کشید و عار ابہانہ ساخت
 دست اش بدوش غیر نہاد از رہ کرم
 مارا چو دید لغزشیں پارا بہانہ ساخت

غزل
 ”آمد صنم“

پر تو حسن ازل کیوں آج پیلے میں ہے

ہر طرف چھایا ہوا اک نور مخافی میں ہے

کیوں جھکو پڑتے ہیں یا ز آج پیمانوں پہ خم

بے سجدہ آج کیوں ہر چیز مخافی میں ہے

چومتے ہیں لب مینا کو خود اٹھ اٹھ کی جام

نئے یہ کیوں کہتی ہی خوبی تو جھلک جائیں ہے

کیوں کہا پیرِ مغال نے ہاں لٹھھا دو خم کے خم
 لطف ہی کیا سیکشوں کو آج تر سامنے میں ہے
 کیوں اُبلتی ہے صراحی سے شرابِ انگبین
 جوش کیوں آخر ہر اک لبریز پیمانے میں ہے
 شیخ نے کیوں آکے کر لی بیعتِ پیرِ مغال
 محتسب سمجھا بھلائی رند ہو جانے میں ہے
 پردہ دنیا سے بھی ظاہر ہے حسن رنگِ دبو
 دلکشی سی کیوں عروں نے کے شرمانے میں ہے
 چھن رہا ہے کیوں ہر اک پردہِ مستورِ حسن
 کیوں حقیقت کی جھلک دنیا کے افسانے میں ہے
 آ رہا ہے قیصرِی شاید ہمارا وہ صنم
 شان یکتائیِ مسلم جس کی تجھ نے میں ہے

غزل

☆ خواجہ حافظ رحمہ کے اشعار پر گزرتا ہے ☆

تاریک ہر دو عالم مثل سیاہنامہ

”إِنِّي رَأَيْتُ دَهْرًا فِي هَجْرِكَ الْقَيْسُ“

تحریر داستانم بر اشک ہائے رنگیں

”لَيْسَ لِدَهْوَعِ عَيْنِي هَذَا النَّاعِسُ“

گر محتسب بیاید مارا چہ خوف باشد

”وَاللَّهِ مَا رَأَيْتُ أَحَبًّا بِإِلَاصِ“

در ہجر دل بسوزد و رقب گم رنگا ہم

”فِي بَعْدِهَا عَدَا بِي فِي قُرْبِهَا خَدَا“

سرایخانہ نذر ساقی کردست ہوش و عقلش

”حَتَّى يَنْوُقَ مِنْهُ كَأَسَا مِنْ الْكِرَامِ“

غزل

نقش یہ پیرِ مغاں کا حکم میخانے میں ہے
 "میکشو رسوائی نے مست ہو جانے میں ہے"
 محتسب بھی آگیا ہے کھینچ کے آخرِ ساقیا
 کونسی ایسی کشش اللہ! بتانے میں ہے
 شمعِ محفل سوزِ دل سے رات بھر جلتی رہی
 پھر ہوا پیدا جو سوزِ عشق پر دانے میں ہے
 بے مزا ہوتا ہے تو اور میں سمجھ سکتا نہیں
 قائدہ کیا تجھ کو ناصح! میرے سمجھانے میں ہے؟
 کہہ تو سکتا ہوں میں ان سے حالتِ دلِ صاف
 لطف لیکن پردے ہی پردے میں کہہ جانے میں ہے

روک دیتا ہے زباں ان کی امانت کا خیال
 راز ہمدم باتیں کرتے کرتے کھو جانے میں ہے
 اس جہاں میں یادِ جاناں کے سوا کچھ بھی نہیں
 قیصری! بس اک حقیقت، سگا افسانے میں ہے

غزل

(خواجہ حافظؒ کے آخری شعرِ غزل ہے)

دلِ بخود ہے اور الفت کی وادی

”وَرَدُحِیُّ کُلُّ یَوْمٍ لِّیْ نَادِیْ“

رقیبوں کو نہ سن میری طسرف آہ

”وَ اَوْصِلْنِیْ عَلٰی رَغْمِ الْاَعْمٰی“

نہیں کرتا کنسائے کی تمنا

”غَرِیْقُ الْعِشْقِ فِیْ بَحْرِ الْوَحْدَانِیْ“

ہے منزل دور اور تاریک رستہ

”تَوَكَّلْنَا عَلَىٰ رَبِّ الْعِيسَىٰ“

خدا حافظ ہو بیکس قیصوی کا

”بَدَلَيْلِ الْمَظْلَمِ وَاللّٰهُ هَا دِی“

غزل

یا ذوقِ سجدہ گشت کم یا آستانش دور شد

یا من ندارم جذبِ دل یا دوست ہم مجبور شد

حائل نگاہِ شوقِ من یا پروہ ہائے نور شد

یا رب چگونہ آن رخِ زیب از من مستور شد

از پر تو حسرتش جہاں چوں زاہدا پر نور شد

ایں جائے حیتِ نیتِ گر قلم مثالِ طور شد

آخر نگاہ سوئے من کرد دست از رحم و کرم
 آخر ز امید دل بایوس من مسرور شد
 در قید خلوت می شود افزون ترا ز ویرانه
 ز حمت مکن اے چاره گردیوانه خود محصور شد
 من طالب جنت شدم زاهد برائے دوستم
 و چه تلی دلت لیکن خیال خورشید
 چون شد عیال شان عطا بر این گدای بنوا
 مستغنی هر شے شده بر فقر خود مغرور شد
 از رشک و غصه محتسب هم می خورد خون جگر
 این تشنه لب چون میکش خسته خانه منظور شد
 نزدیک ترا ز جان من لیکن نمی آید نظر
 با این لطافت قیصوی یارم ز من مستور شد

مثنوی

سنتے ہیں اک حقیر ذرہ تھا
 رات بھر شوق سے اُسے تکتا
 جذبِ الفت کی کھل گئی تاثیر
 ذرے نے سوئے نجم کی پرواز
 لامکاں میں ہوئیں ملاقاتیں
 آگئی آخرش وہ ساعت بھی
 سوچاتا ہے ذرہ سے الفت
 اڑ گیا سوائے آسماں تارہ
 اجنبی سی نظر جو آئی زمین
 یاد آتا تھا جب وہ دورِ وصال
 ہو گیا عشق جس کو تارے کا
 دن میں فرقت کے پنج سے مرتا
 لگئی خوابِ عشق کی تعبیر
 کر دیئے نجم نے بھی بازو باز
 دن سے بھی تابناک تھیں راتیں
 ہے جو تعبیر خوابِ الفت کی
 اس کی پستی کہاں مری رفعت
 لوٹ آیا زمین پر ذرہ
 کسی صورت نہ پھر ہوئی تسکین
 صبر ہو جاتا ایک امر محال

فکر تھی بس یہ غم کے مارے کو کس طرح کھینچ لائے تارے کو
 آخرش دل میں اس ذریعہ لیا دوست نے ہی تو مجھ کو درودیا
 بے نیازی ہے حسن کی فطرت وہ کرے رحم یہ کہاں فرصت

یار کی سمت چشم باز رہے
 ناز وں اس طرف نیاز ہے

غزل

یہ ترو من سیکس و غریب نشیں
 کہ نیک بخت شود این نصیب نشیں
 شہاں نہ عار کنند از گدائے مفلس خویش
 بعید شان کرم نیست ہاں و تشریب نشیں

اگر حبیب بہ غم خانہ دہلی آید
 دلا برو بہ در خانہ رقیب نشین
 گزار چارہ گرم ایں مریضِ فرقت را
 برو نہ بر سرِ بالین من طیب نشین
 تملطفے بنما بر غریب سرِ میخانہ
 نگاہ کن ز کرم نژد من حبیب! نشین

غزل

جو بے نقاب ہیں کوئی ہو گیا ہوتا :
 تو روز ایک نیا حشر یاں بپا ہوتا :
 ہمارے واسطے بھی مے میں کچھ مزا ہوتا
 اگر یہ جام ترے ہاتھ سے ملا ہوتا

مجھے یقین ہے تار یک ہو گیا ہوتا
 یہ غم جو مہر درخشاں نے بھی سہا ہوتا
 اُبلتے خون کے چشمے ہر ایک پتھر سے
 جو کوہ سار سے بھی حالِ دل کہا ہوتا
 نہ جانتا کوئی فرہاد و قیس و وامق کو بے
 یہ رازِ عشق اگر دل میں چھپ سکا ہوتا
 وہ سُکرا ہی کے رہ جاتے میری شکوؤں پر
 مگر زبان سے دل بیوفا خفا ہوتا
 نہ کرتے کاش وہ اس میں شریکِ غیروں کو
 مرا ہی حصّہ تغافلِ مستم جفا ہوتا
 چھپا کے عشق کو رہ کھتے ہزار پردوں میں
 وفا کے ساتھ اگر طرف بھی ملا ہوتا

بدلتا نعمتِ فردوس سے ترے غم کو
 جو شیخ درد کی لذت سے آشنا ہوتا
 نہ اٹھتا کاش کبھی کو چہ محبت سے
 ہمارا سر بھی مثالِ نشانِ پا ہوتا
 بجائے جذبِ محبت پہ طنزِ سرِ یخاں
 مگر وہ خود ہی چلے آتے گر تو کیا ہوتا :

غزل

بچوں گزر در کو چہ آم آں شاہِ خواباں می کند
 در رہت جا روبِ خوں آلودہ شرگاں می کند

ہمچو لالہ خوں شدہ یارب دل ویران من
 دوست ہمراہ رقیباں سیرِ بستاں می کند

دوش می گفتند این دیوانه بس کم ظرف هست

خود پریشان می شود مارا پریشان می کند

واعظا پیرمغساں گرد رسِ اُلفت می دهد

این دل نادان من قصدِ دبستان می کند

بود شهر آرزو در ابتدا عیش و عشق دل

آه اکنون تلخی انجام ویراں می کند

چون نگاہ می کند پروردگارِ عشق من

این پرستارِ وفا نذرِ دل و جان می کند

هم نشین در راه یارم از نگاهِ سرسری

سنگ را الماس صحرا را گلستان می کند

قیصرِ حیا چوں من شوم آئینه انوارِ حسن

این کرشمه نوری را نیز حیراں می کند

نور السموات والأرض سے ذرہ خاکی کی التجا



میں بجز نور ہوں یا رب سراپا نور فرمادے
مجھے غم سے چھڑا کر دائمی مسرور فرمادے
عطا زاہد کو غلمان و قصور و حور فرمادے
مرا حصہ فقط دید رُخ پر نور فرمادے
در پیر مغساں میری محبت کا ٹھکانہ ہے
یہاں کی خاک بوسی پر مجھے مغرور فرمادے
مرے مالک کسی کے چہرہ انور کے صدقے میں
دلِ تار یک میں روشن چراغ طور فرمادے

فنا فی اللہ اور باقی بحق فرما کے سبکیس کو
 مسیحا چارہ درودِ دلِ مہجور فرما دے
 وہ جب دیں حوض کوثر سے کسی کو بھر کے پیما فی
 مجھے ان کی نگاہِ مست سے مخمور فرما دے
 نہ دیکھوں میں کسی کو اور نہ کوئی پھر مجھے دیکھے
 قبائے نور میں کچھ اس طرح مستور فرما دے
 اٹھا کر ایک پردہ حُسنِ عالم سوز کے رُخ سے
 جہاں کو واقف اسرارِ کوہِ طور فرما دے
 ہمیشہ میرے قابو ہی میں رکھ اس نفسِ سرکش کو
 مگر اپنی اطاعت پر مجھے مجبور فرما دے
 وہ میری التجائیں جو ابھی لب تک نہیں آئیں
 انھیں بھی واقف اسرارِ دلِ منظور فرما دے

کچھ ایسے قیصری پر "نخن اقرب" کی تجلی کر
کہ یہ فرق من و تو اس کے دل سے دور فرما دے

غزل

گو میکشی زمینا و سا غرنی کنم
کاریت تو بہ شیخ، کہ اکشر نمی کنم
ہر دم ز ظلم تازہ مرا قتل می کند
لیکن ز پائے یار جدا ستر نمی کنم
جز چہرہ حبیب نہ بینم رخ کسے
رسوا حبیبین عشق بہ ہر در نمی کنم
بردار آشکار کنم ریز عاشقی
"ناز و کرشمہ بر سر نہیں کنم"

منظور پاسِ خاطرِ یارِ ستِ دل بسوخت
 آهِ جگرِ گدازِ مگرِ سرِ نمی‌کنم
 معراجِ شوقِ هست که شد پائے بوسِ یار
 هرگز نظر به آں رُخِ انورِ نمی‌کنم
 تقدیرِ من نوشته به چینِ حسینِ دوست
 برستم قیاسِ زِ اختِ سرِ نمی‌کنم
 گویم حدیثِ شوق به بلبل که عاشقِ هست
 اظہارِ غمِ پیشِ گلِ ترِ نمی‌کنم
 آبِ حیاتِ عشقِ شدہ چو نصیبِ من
 سرِ یسکانہ حُرّینِ نختِ سکندرِ نمی‌کنم



غزل

سجدہ پیش اوکنم، آں بیت حق مذاکجا
 نذرکنم متاع دل، شاہد دلربا کجا
 بادہ ز ابرمی چکد ساقی، مہ لقا کجا
 نغمہ سراست عندلیب مطرب خوش نوا کجا
 جاوداں شد ز یک نظر ناصح من فنا کجا
 ساعتے نزد او کجا عثم گریز پا کجا
 غازی ساعتے کجا؛ گشتہ صد جفا کجا
 خنجر دشمنے کجا، ابروئے دل ربا کجا
 آہ بدشت بخودی گم شدہ ہست راہ من
 طے بشود ز یک نظر ہادی رہنما کجا

بخود کیم! مرادہ فرصتے تابہ بینش
 گفت کسے کہ آمدہ یار مگر کج کجا
 بگذری گریہ کو چہ اش حر فی زمین باورساں
 قاصدِ خود ترا کنم می روی لے صبا کجا
 تابہ فلک رسیدہ بود بر دل او اثر نہ کردہ
 لے دل من! بماندہ است نالہ نار سا کجا
 پیرمغاں بہ محتسب گفت مکن سیاستے
 رند بلا کشم کجا، تو بہ نار و اکجا
 بدر کجا کہ کم شود روشنیش بہر دے
 ظاہر شود بہ شانِ نوآں رُخ پُر ضیا کجا
 می گزرنند روز و شب وعدہ خود وفا نہ کرد
 بدر شدہ ہلالِ عید ابروئے کج ادا کجا

قیصری هست خوش نصیب گشت ز سجده سر فراز
 وز نه بین او کجا سجده نقش پاکجا

غزل

پایه رکاب نهه شها گیر عنان قبا پوش
 دیر بمانده ام براه مضطر و منتظر خموش

راهنرا تیرا در من دور ز چهره کن حجاب
 نزدینا و رخ نما، نذر کنم متاع هوش

تو شکست گل شگفت ساقی بده منی است
 باد بهار می وزد میکه خوشی بدوش

زند شده به میکه آمده هست محتسب
 چون به شنید از لب ساقی من صد آنوش

مستِ شرابِ پنجودی ہست ز معنی بے خبر

ناصح بگو کہ ننگِ چیست؟ گفتی کراحواس و ہوش

خانہ ہست در برت پاک بکن شود حرم

حاجی کعبہ در رہ صدق و صفائی دل بکوش

دید عجیب ماجرا ز اہر سنگِ دل بچشر

روئے سیاہِ قیصری دامنِ عفو پر دہ پوش

غزل

اب کوئی در بھی درخورِ ذوقِ حبیب نہیں

جز آستانِ یار ٹھکانا کہیں نہیں

بس اتنی آرزو ہے کہ قائم رہے یہ درد

میں اور دعائے صبر مرے رب نہیں نہیں

ناصح ترے لئے یہ سمجھنا محال ہے
 میں نامراد ہی سہی لیکن عزیز نہیں
 جس نے حجابِ درد اٹھایا نہیں کبھی
 دنیا میں اس کے واسطے راحت کہیں نہیں
 واللہ کچھ عجیب حکومت ہے عشق کی :
 ہے کونسا وہ دل کہ جو زیرِ نگین نہیں
 آخر کو اس میں آنے لگا عکسِ رخِ نظر
 اب کون کہہ سکیگا مرا دل حسین نہیں
 مجھ پر کیا ہے خضر نے یہ رمزِ آشکار
 پیہم سفر ہے عشق میں منزل کہیں نہیں
 یہ ہچکیاں ہوں موت ہی کی چارہ گر تو ہوں
 ورنہ کریں وہ یاد یہ مجھ کو نصیب نہیں :

بے اختیار جھک ہی گئی در پہ قیصری
 شایان سجدہ ہائے وفا کو جبیں نہیں



فراق میں دُعا

(قطعہ)

کھویا ہوا سا مدعا، دور امید سے اُداس
 ہاتھ دراز، لب خموش، سوئی فلک نگاہ یاس
 ہاتھوں پہ اشک گر پڑے مانگنے جب لگا دُعا
 بیکیسی فراق میں آتی نہیں امید پاس
 میری دُعا پلٹ گئی جائے درِ قبول تک
 آخر کار قیصری ٹوٹ گئی ہر ایک آس

غزل

گفتم چه نیستم هست چه؟ گفتا که انکار من است
 گفتم که فردوس بریں؟ گفتا که اقرار من است
 گفتم به محشر آمدی؟ گفتا که دربار من است
 گفتم مکن بر من خفا، گفتا که این کار من است
 گفتم نظر محجوب شد، گفتا نهانم از نظر
 گفتم که شان احمدی؟ گفتا که اظهار من است
 گفتم براه من شود گه ظلمت گه روشنی
 گفتا که نور و ظلمتش هر دو ز انوار من است
 گفتم بمن ظاہر بکن نفسم نه گر خود می شوی
 گفتا چرا ظاہر کنم؟ این هم ز اسرار من است

گفتم چه گو نہ می شود قلبم مثالِ آئینہ؟

گفتا نگاہ ہے کر دم و این عکس رخسارِ من است

گفتم خلیفہ کردہ ایں ذرہ خاکی چرا؟

گفتا مگر ایں ذرہ واقف ز اسرارِ من است

گفتم کہ روز وصل چه؟ گفتا کہ نورِ خندہ ام؟

گفتم کہ سوزِ فرقت؟ گفتا کہ ایں نارِ من است

گفتم کہ سرِ میحآستہ کجا؟ گفتا نہاں در دامنم

گفتم چرا برا و کرم؟ گفتا سیہ کارِ من است



الہی شرعِ محبت میں یہ گناہ نہ ہو

کبھی کبھی مرا جی چاہتا ہوا آہ کر وں

غزل

ہے یہ دعا کہ چوم لیں رشکِ قمر کے ہاتھ
 ہیں برگِ یادِ رازِ ہیں گلہائے تر کے ہاتھ
 دیکھیں گے اب کہ کس طرح ہوتی نہیں قبول
 بڑھ کر دعا نے تھا لئے ہیں اثر کے ہاتھ
 پروانہٴ اجل ہی سہی یار کا تو ہے ۛ ۛ
 جی چاہتا ہے چوم لوں پیغامِ بکری کے ہاتھ
 چاہا تھا میرے دل کو سنبھالے کسی طرح
 لیکن تیش سے جلنے لگے چارہ گر کے ہاتھ
 الفاظ سے بیانِ غمِ دل نہ ہو سکا ۛ ۛ ۛ
 ممکن ہو کر تو بھیج دوں دل نامہ بر کے ہاتھ

امید اک ذرا سی توجہ ادر سہی ❖
 اُٹھ جائیں نا امید قبول و اثر کے ہاتھ
 کرتا ہے قتل غیر کو اب مجھ کو چھوڑ کر ❖
 اللہ کیسے روک لوں بیداد گر کے ہاتھ
 اس راہ میں سلامتی جاں سہل نہیں
 گر راہرو کو تھام نہ لیں راہبر کے ہاتھ ❖
 دامنِ عفو و دست کہاں اور ملک کہاں
 سرِ یحسانہ تھام لیتے ہیں س کو بشر کے ہاتھ

کسی کے چہرہ انور کی جانب جب نظر اٹھے
 تیرا کہ محروم نظارہ چہ در نہ ہو بہا لیا

احترام عہد

✽ حضرت عبداللہ ابن مبارک اور ایک فری جنگیہ ✽

ایک مرتبہ جہاد میں اک بندہ خدا
کاف سے حق کے واسطے جنگ آزما ہوا
دوران میں نماز کا جب وقت ہو گیا
لیکراماں کا قول ہوا اک طرف کھڑا
رکھا صنم کو سامنے اس بت پرست نے
ناداں نے بت کے سامنے سر کو جھکا دیا ✽
مومن نے ختم کر کے عبادت یہ فسکر کی
موقع ہے اس کے سر کو کروں تنہا میں جُدا

”وعدے کرو تو اُن کو دنا بھی کیا کرو“
 مومن نے گوشِ دل سے سنی حق کی یہ صدا
 خنجرِ برہنہ آنکھ میں آنسو بھرے ہوئے
 کافر نے کی نگاہ تو یہ اُس کا حال تھا
 پوچھا تو سارا حال کہا حق پرست نے
 ”میرا کریم تیرے لئے مجھ سے ہے خفا“
 اک چیخ مار کر وہ گرا حق کے سامنے
 اُس بُت پرست نے جو سنا سارا ماجرا
 رو رو کے کہہ رہا تھا نہ مانوں میں کیوں اسے
 دشمن کے واسطے جو خفا دوست پر ہوا



غزل

عرضہ شد کہ او نہ کرد گوش بہ التجائے ما

آہ مگر نمی رسد ناله نار سائے ما

گشت عذابِ زندگی فکر دوامکن طیب

ہستصال یا اہل نیست گرد و لے ما

جام بہ غیر می دہد ساقی من بلا طلب

آہ مگر نمی دہد قطرہ نئے برائے ما

واقف خارِ رہ شوندرِ راہِ روانِ سا دہ دل

گریشود نشانِ راہِ نوح کہ چکد ز پائے ما

گفت حکایت و فسوں و اعطایے خبرِ ندید

حشر کہ روز می شود در دلِ برونوائے ما

بدرنہاں شدہ بہ ایر سوخت ز رشک لالہ

چوں نمود جلوہ شاہد مہ لقتائے ما

پیرِ مغانِ ما کریم پُر ز شرابِ میکدہ

ز اہد و محتسبِ بیا! عام شود صلائے ما

نیست بجز وصال تو کشتہ عشقِ راصلہ

باغِ ارم نمی شود روزِ جزا بہ سائے ما

نالہ کرد قیصری گفت مرینہ خون من

گفت کہ قتلِ عاشقاں ہست مگر ادا ما



کسی نے غلط ہوا تو ایسی غلطی نہ کی کہ
 کسی نے غلط ہوا تو ایسی غلطی نہ کی کہ
 کسی نے غلط ہوا تو ایسی غلطی نہ کی کہ
 کسی نے غلط ہوا تو ایسی غلطی نہ کی کہ

غزل

الفراق لے ہجر و فرقت ہو گیا حاصل حضور
 گم کئے دیتا ہے مجھ کو اس رُخ تاباں کا نور
 خود کو میں محروم سمجھا یہ نقطہ کا تھا قصور
 ہو نیازِ عشق تو وہ آستانہ کب ہے دور؟
 پڑ گئی ساقی کی بادہ ریز آنکھوں پر نقطہ
 گر پڑا ز اہد بھی ہو کر نشہ اُلفت میں چور
 اُن کی پڑ جائے نظر تو جل اٹھے پتھر کا دل
 یہ زبانِ حال سے کہتا ہے ناصح کوہِ طور
 وعدہ دیدار لایا سوئے منہش کھینچ کر
 ورنہ کیا سرشار اُلفت کو جگا سکتا ہے صور؟

چشمِ ساقی سے مئے اُلفت ہوئی دوا آتش
 کیوں رہے منت کش جام و سبومیرا سرور؟
 لاکھ شب بیداریاں ہوں یا کہ صد ہارکتیں
 اُن سے بہتر ہے وہ سجدہ جس میں حاصل ہو حضور
 یوں ہی جنت میں اگر اُلجھی رہی زاہد نظر
 ہونہ جائے چہرہ انور کا پردہ منکر حور
 حضرت مولیٰ تو تھے بے ہوش ریحانہ مگر
 رکھ لئے چپکے سے میرے دل ذی شعلہ لائے طور

غزل

دل پہ کیا یار کی نگاہ نہیں
 کیا مے داغِ رشکِ ماہ نہیں

قابلِ عفو گو گناہ نہیں
 کیا ترا جسم بے پناہ نہیں
 شکر ہے تنگ دل نہیں زاہد
 گرتی طرح بے گناہ نہیں
 داغِ فیضِ نظر سے ہیں روشن
 آج تار یک میری راہ نہیں
 ضبطِ غم کا عجب کرشمہ ہے
 دل میں شعلے ہیں لب پہ آہ نہیں
 شانِ رحمت کو دیکھ کر اکشرہ
 شکر کرتا ہوں بے گناہ نہیں
 سرخ رو کر دیا ہے قاتل نے
 قیصری اب میں رو سیاہ نہیں

”نرخ بالا کُن کہ ارزانی ہنوز“

رونق فزائے ہنستھے محبوب کبیریا
 جو دو سخا سے آپ کے واقف ہر ایک تھا
 آکر کسی نے عرض کیا ہوں بہت غریب
 فرمایا آج جو بھی ملے وہ ترا نصیب
 کچھ اتفاق تھا نہ ہوئی کوئی شے وصول
 دو دن گزر گئے تو وہ سائل ہوا ملول
 دیدی جناب نے اُسے جوتی اتار کر پھینکا
 فرمایا خیر اس سے ہی کر لیجو گذر
 سائل یوں شاد ہو گیا فعلین پاک سے
 لے لیگا تدر وان سے گہرا اس کی خاک سے

لیکر چلا ادب سے وہ جھولی میں ڈال کر
 خسرو بھی آ رہے تھے ادھر کر کے طے سفر
 دیکھا کہ آ رہا ہے دیار حبیب سے
 فرمایا حالِ دوست بتا دو غریب سے
 کی عرض آ رہا ہوں ابھی خانقاہ سے
 آیا ہوں دیکھ کر انھیں اپنی نگاہ سے
 بیتاب ہو کے کہنے لگے کچھ تو ہے نہاں
 خوشبوئے یار سے ہے معطر مشام جاں
 سائل یہ شوق دیکھ کے بولا کہ "راہرو"۔
 ہے چیز وہ نہ دوں گا میں لیکر بھی تسو و تسو
 جھولی میں میسے پاس وہی نعل پاک ہے
 سرتاج بادشاہ جہاں جس کی خاک ہے

دینا رہیں لاکھ ملے تھے جو آپ کو :
 قدموں پہ سب کو ڈال کے بولے کہ اب تو دو
 سائل رستم کو دیکھ کے دل شاد ہو گیا :
 تعلین سر پہ رکھ کے خریدار بھی چلا
 اس بخودی میں آ ہی گیا آستان یار
 دی آپ نے صدا کہ یہ حاضر ہے بیقرار
 اندر سے ہی جواب ملا خوش نصیب ہو
 تم با ادب ہو رحمت حق سے قریب ہو :
 دیتا ہوں تم کو رفعت درجہ کی میں نوید
 خسرو! کہ غسلِ پیر کو ازداں کیا خرید
 خسروؔ نے عرض کی کہ فدائے تجھ پہ میری جاں
 لیتا میں اس کو دیکے دل و جان و گل جہاں

غزل

تیری رحمت میں کیا کمی ہو جائے؟ مجھ پہ گر فضل آج ہی ہو جائے
 دیکھ کر ان کو بخود ہی ہو جائے خود مرئی ذات اجنبی ہو جائے
 کاش ان کو نہ ہو کوئی زحمت اور مرے دل کی بھی خوشی ہو جائے
 چشمِ ظاہر سے بھی ترا دیدار کاش ہو جائے اور ابھی ہو جائے
 ہونہ ایسا کہ دل کو ترڑ پانا آج پھر ان کی دل لگی ہو جائے
 کھینچے کاش جذبِ دل ان کو کاش اب دور بے بسی ہو جائے

کاش پوری کسی کے صدقے میں
 یہ تمنائے قیصری ہو جائے

غزل

(خواجہ حافظ رحمہ اللہ کی ایک مشہور غزل کے ہر آخری مصرع پر گزرا)

”الایا ایہا الشاقی ادر کاساً ونا ولہا“

کہ بے آپ حیاتِ عشق مُردہ میشود ولہا

نظر سونے شکستہ پا بکن اے رہنماؤں من

”کہ عشق آساں نمود اول ولے افتاد مشکلیا“

مکن جرات ہوسنا کی ز لطفِ ابد ہر گز نہ

”کہ عشق آساں نمود اول ولے افتاد مشکلیا“

بہیں ہیں اضطراب من پیرس از پیچ و تاب من

”ز تاب جھجکینش چہ خوں افتاد و در ولہا“

بدہ خود را بدست پیرچوں مردہ بہ غتالے
 ”کہ سالک بے خیر نبود ز راہ و رسم منزل لہا“
 اگر خواہم کہ می سازم مقام منزل راہم
 ”جرس فریادمی دارد کہ بر بندید محلہا“
 فنا حاصل شود مارا ز ہر موبجے کہ بر خیزد
 ”کجا دانستہ حال ما سبکساران ساہلہا“
 پیرس از راز دان من کہ گوید داستان من
 ”تہاں کے ماند آں رازے کز و سازند محفلہا“
 بکن ترک خودی گر قیصہ ہی قرب خدا خواہی
 ”مٹی مالتق من تہوی دَرع الدنیا و امہلہا“



غزل

منطق و بحث و فقہ چوں بہ دبستان رسید
 جام حقیقت نما بر کعبہ رند اں رسید
 آتش لاله فرو، لال شدہ عند لیب
 سوختہ برقی حسن چوں بہ گلستان رسید
 محو شدہ مولوی کرد فراموش درس
 راہزن عقل و دیں چوں بہ دبستان رسید
 شرم بکش چشمِ نم گفته نہ ام از لبسم
 قصہ حالِ دلم بر لبِ یاراں رسید
 تابہ دش نالہ می نرسد تابہ کے ؟
 آہ دلم خوں شدہ بر سرِ مژگاں رسید

کر و تجب ملک جنت نشا نش فلک
 آہ بہ آں خلوتے حضرت انساں رسید
 ظرف بدہ ہم مرا عشق اگر دا دہ دہ
 حیف کہ افسانہ ام بر لب طغلاں رسید
 زخم زفر ط خوشی بر لب ادبوسہ داد
 چوں بہ دل ریش من قیصری پیکاں رسید

غزل

الہی! کم مرا غم ہو گیا ہے؟
 کہ دل ہی روتے روتے سو گیا ہے
 نہ جانے پڑ گیا ہے عکس کس کا؟
 کہ دل یوں نقش حیرت ہو گیا ہے

دُعا کا بیخودی میں ہوش کس کو ؟
 کہ اب تو دعا ہی کھو گیا ہے ؟
 نہیں خود مجھ پہ کھلتا حال میرا
 ”خدا جانے مجھے کیا ہو گیا ہے“
 خیالِ یار چپکے دو جہاں سے
 تری آغوش میں دل سو گیا ہے
 نہیں لاتا جواب نامہ قاصد
 وہیں کا ہو رہا ہے جو گیا ہے
 نہ جانے قیصری کیا ڈھونڈتا ہوں
 میں خود گم ہوں کہ دل ہی کھو گیا ہے؟



غزل

(ہندی)

اب پریت کے اندھے راجہ فی اس من کا راج سنبھالا ہے
 اُس ٹوٹی نیا کا مولا اب تو ہی کھینے والا ہے
 میں گر پڑتا لیکن مجھ کو یہ کہہ کے گرو نے سنبھالا ہے
 جس کو نہ رہے سدھ بدھ اپنی وہ کیسا پیئے والا ہے!“
 سنان گلی رت اندھیاری اور گھر سے پاؤں نکالا ہے
 جو دھیان رہے اس بکھرے کا تو چار طرف اُجیا لا ہے
 اب دن جو پھیریں اور وہ آئیں یہ کہہ چرنوں پر ڈالوں
 جو نیر بہے تھے برہا میں یہ ان کی ٹوٹی مالا ہے“
 یہ جنگل ہے گھر مت سمجھو، چپ چاپ بس اپنی راہ چلو
 ہاں دھیان سے پردیسی دیکھو! یہ جگ مکرٹی کا جالا ہے

میں نگری نگری ڈھونڈ چکا، لیکن وہ پریم مل نہ سکا
 اب اپنے آپ کو پاجاؤں تو سمجھو ڈھونڈ نکالا ہے
 ہے اس سے پیٹنا سہل اگر کھلم کھلا بیسری ہو کوئی
 اے میسرے گر و میرا تو پڑا گھر کے بھیدی سو پالا ہے
 اب ٹھنڈا کر ان نینوں کو، اب آ کے سما جا ہر دے میں
 تو میسرے نینوں کی ٹھنڈک تو میسرے من کا اُجالا ہے
 جو رو کے ان کا بننے سے جو بگڑے پیا کے ملنے سے
 تن اجلا بھی ہو سر نیچا نہ تو ہر دے اس کا کالا ہے

غزل

فزوں ہر روز ہے تیری محبت :
 کچھ ایسا سوز ہے تیری محبت

جھکی جاتی ہیں پا بوسی کی نظر میں
 ادب آموز ہے تیری محبت
 نہیں لب آشنائے راز اہلک
 وہ پنہاں سوز ہے تیری محبت
 بھر آئے غیر کی آنکھوں میں آنسو
 عجب دل دوز ہے تیری محبت
 جلایا قیصری ہر ماسوا کو
 غم جانسوز ہے تیری محبت

یہ
 اچھا کیا کہ اپنے چہرے پر
 نہ لکھو کہ تیری محبت
 وہ لکھ لے گا سارا نامہ
 کہ دنیا اس کی ہے
 یہ لکھ لے گا کہ وہ
 دنیا اس کی ہے
 یہ لکھ لے گا کہ وہ
 دنیا اس کی ہے

قَطْرَتَا

کون رکھے دل میں اب غمِ پال کے
 غم بھی اس بازِ پچھڑا اطفال کے
 ”ساقیا برخیز و در وہ جھام را“
 ہاں مگر آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے
 تیرے غم میں ایک مدتِ روچی
 اپنے دل کی ساری طاقت کھوچی
 ہاتھ دھو لے مجھ سے اے دنیا کہ اب
 قیصری جس کی تھی اُس کی ہوچی

مصحفِ رُخ ہے یا شہرِ آن ♦ ♦ ♦ گلِ یومِ ہو، فی شان
 پڑ جائے جو رُخ پہ نظر ♦ ♦ ♦ تازہ کرتی ہے ایمان

لاکھ ادائیں اور اک جان
 کس کس پر کردوں قربان
 لیس کیشلیہ ایک ادا
 گل یوم ہو فی شان
 —————
 نت نئی ان کی ادا ہر آن
 گل یوم ہو فی شان

نقش محبت ہے محفوظ

یہ مراد دل ہے یا تر آن

—————
 یاد آئی مگر شکوں کے ساتھ
 ہوش قائم رہا جنوں کے ساتھ
 آج پھر حال کچھ دگرگوں ہے
 پارہ دل ہیں اشکِ غم کے ساتھ

غزل

میں جانتا ہوں جو مشکل ہے عشق میں درپیش
 مگر یہ دل ہی نہیں آہ مصلحت اندیش
 کیا حبیب نے شعلوں میں وعدہ دیدار
 خلیل کو دپڑا آگ میں بلا پس و پیش
 ہے ذوقِ بادہ سے محروم عصرِ نوساتی
 ”قدحِ بیار و بزن مرے بریں دل ریس“
 صلائے عام تھی لیکن کوئی اٹھانا نہ سکا
 وہ بارے لیا جاہل نے ہی بلا پس و پیش
 بجا ہے یہ کہ بہت جلد باز ہے انسان
 نظر اٹھی بھی نہ تھی اور کر دیا دل پیش

یہ محو دید کو فرصت کہاں ملے زاہد!
 کہ تاجروں کی طرح دیکھتا پھرے کم و بیش
 خدایا مجھ کو نہ سننا پڑے یہ غیروں سے
 درِ کریم سے محروم ہی گیا درویش
 بجا کہ حفظ کلامش بکروہ حافظ! :
 نگاہ دار مگر نقش عشق و ردِ خویش
 ہے نام کفرِ خلوص و ادب کا سرِ میکانہ
 ”زہے طریقت و ملت زہے شریعت و کیش“

غزل

بارشِ نورِ حسن پہم ہے	آج دل کا عجیب عالم ہے
آہ غمازِ چشمِ پرِ نعم ہے	ورنہ ظاہر نہ ہونے مجھے غم ہے
سناٹے ہے وہ چہرہ روشن	اور ہر شے جہاں کی مہم ہے

جو کیا تھا ازل کے دن اُن سی
 عشق میرا وہ عہدِ محکم ہے
 نوریوں کو جنبہ سیریں شاید
 ذرّہ خاک ان کا محرم ہے
 پہلے سنتے تھے غیر بھی مجھ پر
 اور اب چشمِ دوست بھی نم ہے
 چارہ درد بھی کوئی کرتا
 پرششِ غم تو خیر ہر دم ہے
 فکر دنیا کو دوں جگہ ناصح؟
 کیا غمِ عشق دل میں کچھ کم ہے؟

گاہِ محفل ہے اور سرِ میحمانہ

گاہِ صحرا جنوں کا عالم ہے

غزل

میں ترے قربان یہ کیسی ادا تھی سا قیا
 غی نے جامِ مستِ تر میں نے خونِ دل پیا

تیرے اک آنسو نے ظالم! کیا بتاؤں کیا کیا
 ”خون کے قطری نے میرا خون پانی کر دیا“
 بہہ گیا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو کے اک آنسو کیسا تھ
 ”خون کے قطرے نے میرا خون پانی کر دیا“
 زور سے اکبار دل و صر کا نگاہیں جھک گئیں
 نام ان کا برسہ محفل اگر میں نے لیا
 شیخ! کیوں اخلاص میں بندوں کو یہ قیل و قال
 بے نیاز ہوش واقف ہی نہیں کیا ہے ریا
 آگیا جوش جنوں میں بھی خیالِ رازِ عشق
 چاک کر کے اپنا دامن آپ ہی میں نے سیا
 چھوڑ دے، شہ مجھ عاصی کو اپنے حال پر
 تجھ سے پوچھا جائیگا کیا شیخ! جو میں نے کیا؟

ہے دل ویراں میں کچھ امید ریحانہ مگر
جس طرح گورِ غریباں میں کوئی ٹوٹا دیا

نعت شریف (تضمین)

زاہد نہ فکر کر مرے حال تباہ کی
اس نے اگر ہماری طرف اک نگاہ کی
مٹ جائیں گی سیاہیاں روئے سیاہ کی
”دل تھام کر فراقِ نبی میں جب آہ کی

پروانہ بن کے جل گئیں فردیں نگاہ کی“

یہ جانتے ہیں ہم بھی کہ تھے آپ بھی بشر
یوحیِ الٰہی کیوں نہیں پڑھتے یہ بے بصر
ان کے مقام تک نہیں ادراک کا گزر

”بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر“

یہ شان ہے حضورِ رسالت پناہ کی“

اس روز میرے کام نہ آئیں گے ہاتھ پاؤں
میرے گناہ مجھ کو جتائیں گے ہاتھ پاؤں
مجھ کو عذاب سے نہ چھڑائیں گے ہاتھ پاؤں
تختہ میں اپنے فعل بتائیں گے ہاتھ پاؤں

اثباتِ جرم کو نہیں حاجت گواہ کی“

پروازِ شوق ہو تو پہنچ جائیں قیصری

ورنہ یہ زندگی ہے بھلا کوئی زندگی

بے کیف و ذوق و شوق جو دنیا میں کٹ گئی

”کعبہ کا عزم ہے نہ دینے کا اے غنی

تو نے تو کوئی بات نہ کی راہ راہ کی“

دیار حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم)

زمیں یہاں کی فلک سے بڑھ کر
 یہیں کے کوچے ہوئے معطر
 خلیلؑ کی جا ہے شہرِ مکہؑ
 وہاں ہے زمزم کا ایک چشمہ
 ہے گرچہ ام القریٰ میں کعبہ
 جو شمع روشن ہوئی حرامیں
 نجات یاں مومنوں نے پائی
 جو چھوڑ کر آگئے تھے سب کچھ
 کہا جسے بد زبچوں نے
 شرف ملا پاؤں چومنے کا
 چھپا ہوا اس میں وہ جسمِ اطہر
 انھیں سی گزری تھی میری سرور
 یہ ہے مدینہ حبیب کا گھر
 یہاں وہ خود جس کو بخشا کوثر
 بنایہ دینِ ستین کا گھر
 یہیں سے چکی وہ مہر بنکر
 ہوئے یہاں آ کے شاد سرور
 وہ لوٹے فتحِ مبین لیکر
 یہیں تو چمکا وہ روئے انور
 یہاں کو ذریٰ ہیں رشکِ اختر

اسی کے رستے میں ہو وہ مسجد
 ہے جس کی بنیاد آفتاب پر
 یہیں وہ مسجد ہے جہیں سجدہ
 ہزار ہا رکعتوں سے بڑھ کر
 حرم کو بھی جس کی آرزو تھی
 جھکا تھا اس کی زمیں پہ وہ سر
 یہیں گہرے نور بر سے
 یہیں تھے صدیقؑ اور عمرؓ بھی
 یہیں تھو عثمانؓ اور جدرؓ
 یہیں ہے جنت کی شاہزادی
 یہیں ہو حضرت حسینؓ کا سر
 ہماری ماں عائشہؓ یہاں ہیں
 وہ یار غارؓ نبیؐ کی دختہ

یہیں کی جنت میں چھپ گئے ہیں :
 مثالِ انجسم ہزاروں گوہر
 میں زندگی دے کے قیصری لوں
 ملے یہاں کی جو خاک — مر کر :

”غریبم یا رسول اللہ غریبم“
(تفسیر میں)

بعید از دو جہاں از تو قریبم
مگر دورم ز شربِ بد نصیبم
میریم نیست جز وصلتِ طیبم
”غریبم یا رسول اللہ غریبم“
ندارم در جہاں جز تو حلیم
شفاعت کا ذرا انداز دیکھو
کہ مجھ پر رشکِ آیانوریوں کو
بڑا ہوں میں جو کچھ جی چاہے کہہ لو
”ہرے نازم کہ ہستم اُمّتِ تو“

گنہگارم ولیکن خوش نصیبم

پہنچ جاؤں دینے ہے یہ الجھن

نہیں دشت میں فرق دشت و گلشن

خود سے ہو گئی ہے دل کی ان بن

”شود سودائے احمد در سرمن

غریبم در فراق تو غریبم

گنہگارے بخود کردہ جہنائے

ترے در سے کہاں اب اٹھو کجائے

شفاعت کے لئے کس کو بلائے

”مرض دارم ز عصیاں لا دوائے

مگر الطاف تو باشہر طبیبم

تے روغن سے ہے ہندوستان دور

میں بیچارہ مقفّس اور مجبور
 مجھے بارِ الم نے کر دیا چور
 ”زگلزارِ رخت محروم و مجبور
 پریشان زار و نالاں عندر لبم“

تضمین

یہ آرزو تھی کہ قاتل بنے جو تو میرا
 خاکِ طسّج قدم چوم لے لہو میرا
 مگر یہ دیکھا کہ خنجر ہے اور عدو میرا
 کبھی نہ تر ہوا خنجر سے یہ گلو میرا

ہوا یہی کہ ہوا خونِ آرزو میرا“

کرا یا حتی نے فرشتوں سے بھی اسے سجدہ

بنایا اس کو امیں رازِ بے فطرت کا

مگر وہی تھا جو جنت سے یوں نکالا گیا

اگر اجو دا من گلچیں پہ گل نے روکے کہا

کہ میری جان کا دشمن تھا رنگِ بومیرا

وہ بخودی ہے کہ پہروں خیال کرتا ہوں

خدا یا کون ہے وہ جس کے غم میں مرتا ہوں

یہ درو کیسا ہے کیوں آہِ سر و بھرتا ہوں

”ہے اپنے گم شدہ دل کی تلاش رتا ہوں

مجھی کو گم نہ کرے ذوقِ جستجو میرا“

نکھے چراغِ تننا نہ غم کی آندھی سے

ترے خیال سے شاید کسی طرح پہلے

خدا کے واسطے بخودی یہ فرصت دو

”چنا کر فوں میں تصور میں گلِ تمنا کے

ہر ابھرا رہے نخیل آرزو میرا“

کھلا نہ رندی وستی کا محتسب پر راز

تھا میکدے میں مری سامنی بیتِ طناز

کئے ہیں عالمِ مستی میں سجدہ ہائے نیاز

”ادا ہوئی ہے سستیوں میں اپنی نماز

شرابِ ناب سی برسوں رہا وضو میرا“

یہ چرخِ پیرمغاں سے ہلے نہ ہلے

ہے تارِ تارِ گریباں سے سے نہ سے

دلِ فسر وہ خوشی سے رکھلے رکھلے نہ رکھلے

”نشانِ منزلِ جاناں ملے ملے نہ ملے

حزے کی چیز ہے یہ ذوقِ جستجو میرا“

افسانہ حسن

(نعت شریف)

پردہ شمس وارضی ترا افسانہ حسن
 ہے یہ جنت بھی ترا جلوہ مستانہ حسن
 تیری آنکھوں میں چھپایا گیا میخانہ حسن
 تیری ہر ایک نظر جرعہ میخانہ حسن
 تو ہے فسانوس ازل کا وہ چراغ روشن
 چرخ پر مہر منور ہوا پر وانہ حسن
 پر تو رخ کی تجلی کی نہ ہوتا ب اگر
 تو تو کیا پردہ اٹھا دے ترا دیوانہ حسن

ایسے دیوانے کبھی ہوش میں آتے ہی نہیں
 تیرمی آنکھوں سے ملا ہو جسے پیمانہ حسن
 پسکر نور میں بھی آتش اُلفت بھڑکی
 بن گئے روح امیں بھی سرمے پروانہ حسن
 تجھ کو عقبی میں تو بخشا گیا حوض کوثر
 اور دنیا میں ہیں آنکھیں ترمی میخانہ حسن
 غیب سے کہہ کے رقابت میں کروں کیوں پیدا
 آ کہ تجھ سے ہی میں کہدوں ترا افسانہ حسن
 ہو کے بیتاب کہ انداز شفاعت دیکھے
 اٹھ کے مروت سے چلا قیصری دیوانہ حسن



غزل

بند میرے عشق کو رسوا نہ کیجئے

یہ آپ ہی کا راز ہے افشا نہ کیجئے

کم ظرف مجھ غریب کو سمجھا نہ کیجئے

غیروں کو دیکھ کر مجھے دیکھا نہ کیجئے

آجائے میرے لب پہ نہ ماا غظم شافی

”اتنے قریب سے مجھے دیکھا نہ کیجئے“

اپنا وجود غیر ہے اب خود مری لئے

جب تاک میں آپ ہیں ہوں آیا نہ کیجئے

غیروں پہ شوق سے ہو کر مہاں مگر مجھے

جب قصد ہو جفا کا تو بھولا نہ کیجئے

کافستے کون آپ کے اعجاز کا مگر
بیمارِ دردِ عشق کو اچھٹا نہ کیجئے

کم ظرف ہوں زباں پہ فریاد آنے جائے
مجبور کیجئے مگر اتنا نہ کیجئے

خلوت میں دردِ عشق سے تڑپا ئے مگر
محفل میں سب کے سائے سوانہ کیجئے

کٹ جائیں دنِ فراق کی اس انتظار میں
وعدہ ہی کیجئے اگر ایسا نہ کیجئے

بدلت ہوئی کہ اس کو نہیں ہوش دید بھی
یرِ نیچا غریب سے پردا نہ کیجئے



غزل

حضور و غیب کا پردہ اٹھالیا میں نے
 نظر وہ آئے تو دل میں چھپالیا میں نے
 فزشتے میری جسارت پہ اب بھی حیراں ہیں
 کہ بارِ عشق کو کیسے اٹھالیا میں نے
 لطیف تر ہے جو نظروں کی بھی رسائی سے
 اُسی کو عرش پہ دل کے بٹھالیا میں نے
 یہ خوف تھا کہ کہیں غیبر کی نظر نہ لگے
 ترے خیال کو دل میں چھپالیا میں نے
 جفا کا شوق تھا میری وفا کو کچھ اتنا
 کہ ان کو ظلم بھی کرنا سکھالیا میں نے

صرا و جو د بھی گم ہو گیا ہے جلوؤں میں
 الہی کون سا پردہ اٹھایا میں نے
 شرابِ عیش و طرب کی طرف جو غیر بڑھے
 تو جامِ تلخِ محبت اٹھایا میں نے
 مجھے ہے اُن سے محبت تو کیوں بگڑتی ہے
 کوئی یہ پوچھے کہ دنیا کا کیا لیا میں نے
 مٹا کے دل سے تمنا ہوں شاد و سرخشاں
 کہ اس کو غیسر کی زد سے بچا لیا میں نے

کھنکھناتے عیاں وہ ہر سو
 پھولوں میں اسی کی خوشبو ہے
 ہنسنا نہیں سچے سببِ نالوں
 وہ اس کی پیروی نہ کرے

نعت شریف (تضہین)

منظہر حق اُن کا رخ انور صلی اللہ علیہ وسلم

سارا جہاں ہے اُن سے منور صلی اللہ علیہ وسلم

فاقوں پہ فلتے پیٹ پہ پتھر صلی اللہ علیہ وسلم

”رحمتِ عالم سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم

مالکِ دنیا شافعِ محشر صلی اللہ علیہ وسلم“

آپ پہ ناناں سارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم

سب سے آخر اور سرفراز صلی اللہ علیہ وسلم

حق نے فضیلت دی ہے سب پر صلی اللہ علیہ وسلم

”سب سے اعلیٰ سب سے برتر صلی اللہ علیہ وسلم

اُن پڑا ہوں آپ کے در پر صلی اللہ علیہ وسلم“

آپ ہیں حائد آپ محمد آپ ہیں آل آپ ہیں طہ
آپسے کم ہیں سرورِ عالم! احسن میں یوسف زہد میں عیسیٰ

دور سے ہیں سنی سے باتیں آپسے ہیں ادھی ما ادھی

”طور یہ پہنچے حضرت سنی، چرخ چہارم پر ہیں عیسیٰ

آپ گئے ہیں عرش بریں پر صلی اللہ علیہ وسلم“

نور ہدایت پھیلا ہر سو، جب ظاہر دنیا میں ہوا تو

اچھی صورت اچھی ہر خواہی، سب خلق کی خوشبو

حق کی کماں ہیں تیرا برو، نازک لب پر ہو اللہ ہو

”شمس ہو رخ وائل ہیں گیسو، مشک سے بڑھکر جن کی خوشبو

نہر نبوت پیشے اوپر صلی اللہ علیہ وسلم“

ظاہر ہو محبوب خدا کا، تھا یہی خلق جہاں کا نشا

مکتے ہی میں بنایا کعبہ، بنی تھی پیدائش کی جا

خوشخبری دی روح اللہ فی حق و خلیل خدا نے الگا

”اوم سے تا عیسیٰ مریم جتنے نبی حق نے کئے پیدا

سب نے خیر دی آپ کی آکر صلی اللہ علیہ وسلم“

آپ یہ مال صانع مطلق، ایسی بنائی صورت اچھی

ماتے ہیں یہ دشمن جانی ہے حضرت کی سیرت اچھی

حق نے کہا ہوا سوہ کمال ایسی خصلت عادت اچھی

”صورت اچھی، سیرت اچھی، عادت اچھی، خصلت اچھی

نور خدا ہیں آپ سر اسر صلی اللہ علیہ وسلم“

حق نے تمہیں محبوب بتایا، تم کو اپنے پاس بلایا

تم کو بتایا جو بھی بتایا، تم کو دکھایا جو بھی دکھایا

وصل میں بھی اُترنے لایا، ذکر رب سے معاف کرایا

شافع امت حق نے بنایا، تاج شفاعت سر پہ سجایا

عرش بریں پر تم کو بلا یا صلی اللہ علیہ وسلم

اپنے کلام پاک میں اس نے سب تری تعظیم سکھائی

ہاتھ سے تیرے مارا خدا کی جہنمی حق بات کی لڑائی

غیرت حق کی برق نبی وہ تو فی نظر جس سمت اٹھائی

”دشمن دیں نے طعنے دیئے جب حق کی تشفی دیں مائی

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ صلی اللہ علیہ وسلم“

دشمن سے تکلیف جو پہنچی اس پہ ہدایت ہی کی دعا کی

پانی جنبہ مرگ ابی کی اپنی قمیص مبارک بخشی

آپ کے سائل تھے کافر بھی آپ کے ہماں ہوتے یہودی

”دشمن کی بھی بات نہ ٹالی یکساں سب پر چشم کرم تھی

خالق مجسم رحم سرا صلی اللہ علیہ وسلم“

اب دوری کے غم سے چھڑالو، ریحانہ کو مدینہ میں جا دو
 صبر نہیں آتا اس دل کو، فرق حضور و غیب مٹا دو
 مجھ کو شرابِ عشق پلاؤ، ہوش کا بھی انداز سکھا دو
 ہنس کے اپنے پاس بلا لو، گنبدِ خضر اس کو دکھا دو
 چشمِ کرم ہو اب تو اثرِ پر صلی اللہ علیہ وسلم

غزل

عشق میں اور ہے ہی کیا، شکوہ جو ریا کیوں؟
 نالہ آسماں رسا، لے دل بیقرار کیوں؟
 دل ہی ہے میرا بیوفا، کیوں کیا شکوہ جفا
 تم پہ یہ جان و دل فدا، ہو گئے شرمسار کیوں؟

جب ترسا مٹا ہوا، دل میں چھپا کے رکھ لیا
 مجھ کو فغاں سے کام کیا، ہونچھے انتظار کیوں؟
 بنجود انتظار تھا، غیور کے آگے جھکا گیا
 شرک یہ کیوں ہوا بھلا، سر ہوا داغدار کیوں؟
 حال اگر خراب تھا، ان سے یہ جا کے کیوں کہا
 لے مرے چارہ گر بتا، وہ ہوئے اشکبار کیوں؟
 قیصر ہی مجھ سے دل خفا، دل سو ستر میں جدا
 میرے لئے رکھا ہے کیا، آئی ہے اب بہار کیوں؟

ہمیشہ عطا کن ایسا دھارا
 مراں از در گدائے بے نوا
 کیا وہی نیکیا پید ہو جیسا
 خدا کیا باز آور و کبار

غزل

کوئی خواہش نہ تھی ایسی جسے میں نے نہ کم کر دی
 تری مرضی کے آگے میں نہ گردن اپنی خسم کر دی
 بھری سب میں رسوائی مری سب چشمِ نغم کر دی
 لٹا کر اپنے موتی قیمتِ غم تو نے کم کر دی
 ہے تو وہ جس پہ کر دوں جان و دل قربان اور سب کچھ
 میں وہ ہوں جس پہ تو نے ہر ادا اپنی ستم کر دی
 الہی صورت گلہائے خداں خوش رہے ہر دم
 وہ جس کے غم میں میں نے زندگی نذرِ الم کر دی

۱۳۵۰ یہ دو شعر میاں ادا م اللہ فیوضہم کے عطا فرمائے ہوئے ہیں :

خلافِ عشق کروں مِمالہ و فریاد پیشِ تست تو
 رشتا تست گر بر بندہ جو دوستم کر دی
 جو نکلا تیر ترش سے اُسے دل میں رکھا میں نے
 اٹھائی تو نے جب تلوار گردن میں نے خم کر دی
 ہمارے دل کو اُس نے بخش دی جب دولتِ الفت
 متاعِ زہد و تقویٰ ہنسے بھی تذرِ صرسم کر دی
 نخواستہم شرکتِ اغیار و رجور و جفایت ہم
 جفائے کردہ ای بر من کہ بر غیرم ستم کر دی
 ترے دیدار ہی کی ایک حسرتِ دل میں باقی تھی
 تو وہ بھی ختم ہم نے درِ دُلفت کی قسم کر دی
 غمِ دنیا کو میسر دل سے کیا نسبت تھی سرِ سناں
 غمِ جاناں نے شاید کچھ تو جتہ اپنی کم کر دی

غزل

سوانہ کر مجھے یوں لے بیخودی خدارا

اپنا ہی نام لیکر میں نے اُسے پکارا

لے ضبطِ عشق تو نے کیسے کیا گوارا

اغیار کے لیوں پر اور ذکر ہو ہمارا؟

ہر فکر ماسوائے مجھ سے کیا کنارا

تیرے خیال کا جب میں نے لیا سہارا

رہ رہ کے چونکنا ہوں اللہ خوش گمانی

مخسوس ہو رہا ہے اُس نے مجھے پکارا

اغیار طفر کرتے اور میں خموش رہتا؟

لے دردِ عشق تیری خاطر سے سب گوارا

تاروں سے گفتگو کی پھولوں میں جستجو کی

بادِ صبا سے پوچھا صحرایں جا پکارا

یہ طنز یہ ملامت کچھ بھی نہیں اگر وہ

کہہ دیں کہ تو نے میری خاطر کیا گوارا

شاید میں بنجی دی میں کچھ کہہ اٹھا تھا ہدم

تو ہی ذرا بتا دے میں نے کسے پکارا

سُجھانہ اُن کے در پر یہ سر جھکا ہوا ہے

اب اوج پر ہے میری تقدیر کا ستارا

غزل

اک بار مرے آگے آکر انوار کا حائل کر دینا

پھر عرش کا بھی میرے دل کو جب چاہو مقابل کر دینا

میں قیدی الفت ہوں نا صح لایوسہ دوں زنجیروں کو
 بند مگر اس دل کو بھی پابند سلاسل کر دینا
 بے سمجھے بوجھے اٹھا لینا بیتابی الفت تھی لیکن
 اے میرے قوی کمزور ہوں میں اس بار کا قابل کر دینا
 تیغ پر ہیں ہزاروں پردہ مگر غیرت کا تقاضا باقی ہے
 اب میری نگاہ شوق کو بھی پردوں ہی میں شامل کر دینا
 اس دل پہ نظر کر کے نا صح! انصاف سے کہہ اعجاز نہیں؟
 اک ذرہ راہ کو ٹھوکر سے تاروں کا مقابل کر دینا
 قائم جو رہے ہمدم الفت کافی ہے یہی انعام و فنا
 ورنہ ہے کرم یہ بھی اُن کا دل عشق کے قابل کر دینا
 ہوں میں دُرخ میں ریحا نہ جیتا کث جلا دے یہ سب کچھ
 یہ جان یہ دل صدیئے تجھ پر اب سوز کو کابل کر دینا

غزل

مجہول کیفیت ہے وہ جانیں نام کیا ہے
 مجذوب ہوں نہ سالک میرا مقام کیا ہے
 تو سوچتا ہے جب تک جائز حرام کیا ہے
 زاہد نہ ہوگی ظاہر تاثرِ جام کیا ہے
 شاید نیازِ زکھدے سجدے کا تجھ سے مطلب
 حیرت سے پوچھ ہمد م میرا قیام کیا ہے
 بخشی ہے بے نیازی دونوں جہاں سے مجھ کو
 تاثرِ فے میں زاہد تجھ کو کلام کیا ہے
 بادِ صبا کسی کے قدموں کو چوم لینا
 اب اور کیا بتاؤں تجھ سے پیام کیا ہے

جنت پہ مرنے والے دوزخ سے ڈرنے والے
 لذت ہے دید میں کیا سوزِ دوام کیا ہے
 لے ذوق و شوق ہم کو گستاخ کرنے دینا
 لے بخود می نہ بھولوں میں احترام کیا ہے
 میں ننگ و نام کی کیا پروا کروں گا نا صحیح
 جب یاد ہی نہیں ہے خود میرا نام کیا ہے
 منزل ہے قیصری کی دونوں کی حد سے باہر
 دنیا و آخرت سے اب مجھ کو کام کیا ہے

غزل

مرجھلے آرزوؤں کی کلیاں چلے گئے

ویران کر کے دل کا گلستاں چلے گئے

ہے زرد ماہتابِ درخشاں چلے گئے

تاروں کو دل بھی غم سیڑھیں لرزاں چلے گئے

گلشن کی آرزوؤں پہ بھی اوس پڑ گئی

وہ چھپن کر بہارِ گلستاں چلے گئے

یہ دیکھ کر کہ خشک ہیں آنکھوں میں شاک بھی

میرے سکوتِ غم سے پشماں چلے گئے

ملتی نظر تو روک نہ لیتی نگاہِ یاس؟

نظروں سے بچکے مجھ سے گر یزاں چلے گئے

اے چشمِ غم یہ کیا کیا آنسو بھیس کر

وہ میرے درِ دل سے پریشاں چلے گئے

دیکھا کہ اک نظر ہی میں قصہ تمام تھا

قدرت پہ اپنی آپ ہی حیراں چلے گئے

وحشت نے فاش کر ہی دیا رازِ دردِ دل

کہتا ہے سب سے چاکِ گریباں چلے گئے

اب دل میں شوق ہے نہ تڑپ ہے نہ آرزو

وہ ساتھ لیکے ہر مراا رماں چلے گئے

کچھ دیر دیکھ لیتے تماشا ئے اضطراب

کیوں اتنی جلد تم پہ میں قرباں چلے گئے

مر جھا گئے ہیں پھول تو لالہ ہے داغ داغ

سراپنا نہ کہہ رہا ہے گلستاں چلے گئے

غزل

کیا کہیں کس طرح حُسنِ فتنہ گرد دیکھا کئے ؟

چھن گئی تابِ نظارہ بھی مگر دیکھا کئے ؟

غیر کو وہ ہر ستم نظریں پھیر کر دیکھا کئے
 ہم دعاؤں کا یہی اُلٹا اثر دیکھا کئے
 شانِ یکتائی تری جس وقت تک دیکھتی تھی
 ایک مدت جلوہ شمس و قمر دیکھا کئے
 اس پشیمانی پہ صدقے پھینک کر تیر ستم
 ”میرا دل دیکھا کئے“ میرا جگر دیکھا کئے“
 ان کو پا کر ہی لیا دم آہ یہ ذوقِ طلب
 حاملانِ عرش پر وازِ بشر دیکھا کئے
 جارہے تھے وہ مگر فریاد کی طاقت کے
 دیر تک اُن کو یہ نہی دل تھام کر دیکھا کئے
 سچ بتا ہمدم کہیں میری خوش گمانی تو نہیں
 میں ذبِ نظریں جھکا لیں وہ ادھر دیکھا کئے

کٹ گئی یوں زندگی کی تیرہ و تار یک شب
 ہم کسی کی راہ تا وقتِ سحر دیکھا کئے
 آگئی غالب محبت رشاک پر بھی قیصری
 اُس نے دیکھا جس طرف ہم بھی ادھر دیکھا کئے

غلز

مجھے دعویٰ نہیں یہ حسنِ زیبائی نہیں ہوتی
 کسی میں بھی مگر یہ شانِ بیکتائی نہیں ہوتی
 تناسا تھ ہو جاتی ہے جب غیروں سے ہونِ فرصت
 خدایا اب کہیں بھی مجھ کو تنہائی نہیں ہوتی
 اجازت ہے تجھے ہر جا عبادت کی مگر زاہد
 میں پابندِ محبت ہوں یہ ہر جانی نہیں ہوتی

عبادت خوف اور امید سے ملتی ہے جنت کو

محبت کی نظر محشر میں گہرائی نہیں ہوتی

میں دشتِ بنجودی میں طرح گم ہو چکا ہوں دم

کہ اب مجھ سے جنوں میں شکیانی نہیں ہوتی

تمنا چھوڑ بھی دے سامنے وہ آستانہ ہے

ہر اک پتھر پہ اب مجھ سے جہ سائی نہیں ہوتی

مقام آنا ہے اک آخر میں سر میجا جہاں آکر

محبت وصلِ جاناں کی تمنائی نہیں ہوتی

وہ بے نیکی میں قیاسِ غلوٹ تو مل گئی
اب خوب اپنے دوست کو دیکھا کرتا ہوں

جام تشنیں

طوفِ حبیبِ صورتِ پروانا چاہئے ❖
 جب قرب ہو نصیب تو جیل جانا چاہئے
 خلوت میں میری ذات کو اٹھ جانا چاہئے
 اب درمیان میں کوئی پروانا چاہئے
 قربان جان و دل کہ ہے خنجر بکف کوئی
 واللہ اس خوشی میں تو مرجانا چاہئے
 وہ سامنے ہیں ہاں ذرا بڑھ کر جنونِ عشق ❖
 خنجر کے لب پہ بوسہ مستانا چاہئے
 ناصح یہ میکہدہ ہے کوئی مدرسہ نہیں
 یاں مصلحت کے ذکر سے شر مانا چاہئے

ساقی نہ دے شراب کہ جینے سے تنگ ہوں
 اب خون سے بھرا ہوا پیسہ مانا چاہئے
 مطرب کہیں نہ توڑ دوں یہ چنگ وعود میں
 غصہ نہ چھیڑ نعرہ مستانا چاہئے
 چھایا ہوا ہے رند پہ بھی محتسب کا خوف
 اب مجھ کو میکدے سے نکل آنا چاہئے
 پروانہ جمال کا جذبہ بھی سرد ہے
 غیرت کی آگ میں مجھے جل جانا چاہئے
 آباد بزم عیش ہے ویران دشت عشق :
 لے دل تڑپا کہ بزم کو تڑپانا چاہئے
 حد سے گزر گئی ہے یہ ناصح کی قیصل و قال
 اب ان کو بے حجاب ہی آجانا چاہئے

یہ مجھ عیش پی نہ سکیں گے شراب تلخ :
 چہرہ پہ حق کے پردہ افسانا چاہئے :
 گم کر دے بخودئی محبت میں دو جہاں
 اب دشت عشق میں وہی دیوانا چاہئے
 یہ پیش و پس تو زریب نہیں دیتی عشق میں :
 سرِ محکافہ اس میں جرأتِ رندانہ چاہئے

ان کی آمد کا تار تر جائے
 میرے دل کو تار تر جائے
 دل نہ پوچھو اس ان کے وعدوں
 دل نہ پوچھو اس کے وعدوں

السلام یا حبیبی السلام

میرے آقائے معظم السلام باعثِ تکوینِ عالم السلام

بھیجتا ہے رب اکرم السلام نوریوں کو لب پہنچم السلام

السلام یا حبیبی السلام

السلام والسلام والسلام

اے شہ "لولاک" فخرِ مرسلین تجھ پہ زیبا افسر "فتحِ مبین"

شان تیری "رحمۃ اللعالمین" رحمت و فضلِ مجسم السلام

السلام یا حبیبی السلام

السلام والسلام والسلام

روزِ اول "اسجد" کے حکم پر جھک گیا ہر پیکرِ نوری کا سر

نور سے تیرے منور تھا بشر ہو گیا مسجود آدم السلام

السلام یا جیبی السلام

السلام والسلام والسلام

دیکھ کر معراج میں تیری جھلک
عرش ساکن اور تھو حیراں ملک
تھا قد مبوسی پہ نازاں ہر فلک
لے مرے نور مجسم السلام

السلام یا جیبی السلام

السلام والسلام والسلام

تھا شب معراج جو راز و نیاز
کھل نہیں سکنا کسی پر بکھی وہ راز
بندہ تھا غلوت میں اور بندہ نواز
راز سر بسکے محرم السلام

السلام یا جیبی السلام

السلام والسلام والسلام

تو جہاں میں اک چراغ نور ہے
محو حیت ہے جہاں مسحور ہے
خلق تیرا آجتا کہ مشہور ہے
دشمنوں کے سر ہوئے خم السلام

السلام یا حبیبی السلام

السلام والسلام والسلام

ہے ترا مداح معبودِ کریم ہے صفت تیری علیٰ خلقِ عظیم

تیری اُمت باعثِ رشاکِ کلیم فخرِ ابراہیمؑ و آدمؑ السلام

السلام یا حبیبی السلام

السلام والسلام والسلام

دُشمنوں پر سایۂ رحمت رہا ظلم پر بھی "اُحدِ قومی" کی دعا

رَبِّ مہربانی اُمّتیؑ جس نے کہا روح و دل سے اس پہ پیہم السلام

السلام یا حبیبی السلام

السلام والسلام والسلام

قیصری دیدار سے محروم ہے ہجر سے مایوس ہے محروم ہے

حال جو کچھ ہے تجھے معلوم ہے لب میں ساکت آنکھ ہو نرم السلام

السلام یا حبیبی السلام
السلام والسلام والسلام

غزل

سُن لیا ہے حشر میں وہ حُسن ہو گا بی حجاب
یوں زیارت کو آتا ہے نیچے آفتاب

محتسب آ جا کہ واسے میری میخانی کا باب
دیکھ وہ ساقی کی آنکھوں سے جھلکتی ہے شراب

مل چکا ہے اب مجھ ساری وفاؤں کا جواب
اُٹھ رہی ہیں رفتہ رفتہ اُن کے چہرے سے حجاب

آ کہ اس کمزور دل میں ہے کہاں فرقت کی تاب
اب جو چھپیڑا نعمۂ غم ٹوٹ جائے گا رباب

میں نے جس پتھر کو دیکھا وہ انا الحق کہہ اٹھا

یوں حریم ناز سے لوٹی نگاہ کا میاب

اک ادا تھی جبکو خاموشی سی میں نے سہ لیا

مر نہ جانا گروہ کرتے بے نیازی یا عتاب

معرفت جن سے ہوئی شان رحیمی کی نصیب

سچ ہی کیا واعظ کہ ہو گا ان گناہوں پر عذاب؟

حسن سی پر نور در عشق سے ہے داغدار

آئینہ ہے آپ کا یا میرا دل ہے ماہتاب؟

گو حریم ناز کے پردے کبھی اٹھتے نہیں

میں نے دیکھا خلوتِ دل میں کسی کو بی حجاب

جب ہوا تو سائے باقی کہاں "من" قیصری

قتل کر ڈالا "انا" کو جب ہوا "حق" بے حجاب

غزل

دل میں ہیں لیکن نہ میرے سامنے آئینگے آپ؟
 کیا مری حشیم تصویر سے بھی چھپ جائینگے آپ؟
 آپ نے ذوقِ کلیمی آہِ بخشا تھا کسے؟
 کیا اُسی کو "لن ترانی" کہہ کے تڑپائیں گے آپ؟
 اک نگاہِ ناز سے مجھ کو فنا کر دیجئے؟
 ورنہ جیتک آپ میں ہوں کس طرح آئینگے آپ؟
 جس امانت سے لرز اٹھئے فلکِ عرش و ملک
 آہ مجھ کمزور سے وہ بار اٹھوائیں گے آپ؟
 آپ کی آمد کی بھی مجھ کو خبر ہوتی نہیں
 بخود ہی میں اس طرح گم چھوڑ کر جائیں گے آپ؟

جس سے لی تھی اُس کو ہی دوزگامتارِ زندگی
 کیا فرشتے بھیج کر محفل میں بلوائیں گے آپ؟
 ہم ہی رہ جائیں گے تنہا فحودِ دیدارِ حبیبؐ
 جبکہ جنت کی طرف زاہد! چلے جائیں گے آپ
 اب ہٹا بھی لیجئے نظریں کہ دل بیتاب ہے
 محفلِ اغیار میں کیا مجھ کو تر پائیں گے آپ؟
 خواہ دل ٹکڑے بھی ہو جاتا میں کرتا ضبطِ غم
 جانتا اگر اس طرح نالوں سے گھبرائیں گے آپ
 بے نیازِ ماسوا ہوں ”میں“ کہاں ”تو“ بھی نہیں
 دل کی اس معصوم تنہائی میں آجائیں گے آپ؟
 ہے یہی بہتر نہ پوچھیں حالِ درِ قیصوی
 در نہ پھر خاموشی غم سے بھی شرمائیں گے آپ

غلز

ہجر میں بیٹنے کا کس کا فر کو اب باقی ہے شوق
 زندگانی بن گئی ہے اک گلو افشار طوق
 دیکھ کہ ان کی جھلک ڈالوں نگاہیں حور پر؟
 معاف کیجئے حضرت زاہد! نہیں میں کور ذوق
 سرور پر عاشق ہے اُس محبوب کے ہوتے ہوئے
 پڑ گیا ہے گردنِ قمری میں یوں لعنت کا طوق
 میں بھری محفل میں سر رکھ دوں نہ قدموں پر کہیں
 ان کو برہم کرنے دے یارب یہ بیتابی شوق
 اٹھ مے ساقی کہ اب فردوس میں چل کر پئیں؟
 اس نئے جانسوز کا باقی نہیں دنیا میں ذوق

ہم جھکے ریت کا نہ یوں غیروں کے آگے حکم پر
پڑ گیا انکار پر ابلیس کی گردن میں طوق

غزل

شبِ فراق میں دل کا سہارا ہے یہ خط
مری امید کا روشن ستارا ہے یہ خط
نظر چڑے نہ کہیں اس پہ غیر کی یارب
چھپا ہی لوں اسے دل میں تمھارا ہے یہ خط
رہا فراق میں زندہ گناہ گار رہوں میں
تمھارے عفو و کرم کا اشارا ہے یہ خط
نہ دینگے ہم تجھے قاصد کہ ان کے نام ہے یہ
اینِ راز میں ہم اور ہمارا ہے یہ خط

غمِ فراق کے بادل ہٹا کے آیا ہے
 کہ چرخِ وصل کا ٹوٹا ستارا ہے یہ خط
 ابھر گیا ہے ذرا دل اسی سہارے سے
 کہ بحرِ رنج و الم کا کنارہ ہے یہ خط
 نہ بھول جائیں وہ سرِ میخانہ جاگزیروں میں
 کسی کی زلیست کا واحد سہارا ہے یہ خط

ساقیا! کہیں محتسب کا خوف اتنا بادل نہیں
 "پیرا دیوانہ ابھی تک ہوش کی نثر میں ہے"
 زرق کیوں لے دوست اب بھی خلوت میں ہے
 "پیرا دیوانہ ابھی تک ہوش کی نثر میں ہے"

غزل

تجھ پہ زیبا ہے سرور کی کاج
لے کہ تیرا ہے روح و دل پر راج
کیسی جنت کہاں کا حسن حور
ہے تری دید عشق کی معراج
تنگی دل میں کیا سماتے وہ
رکھ لی کوتاہ دامن کی لاج
عشق داخل ہوا مرے دل میں
کر دیا شہر آرزو تاراج
سنگ باری نہ قیس پر ہوتی
دہر میں عشق کا جو ہوتا راج
ٹالنا "کل" پہ خوب آتا ہے
جانتے ہی نہیں وہ کہنا آج

ان کے قدموں پہ رکھ دیا ہے سر
قیصری ملگنی مجھے معراج



”دُرِ کریم سے سائل کو کیا نہیں ملتا“
وہ ایک ہیں ہوں جسے دعا نہیں ملتا

غزل

دل ہے دردِ عاشقی سے داغ داغ
 اب غمِ دنیا سے حاصل ہے فراغ
 جس سے روشن ہے فضا ئے لامکاں
 دل ہے فسانوں ازل کا وہ چراغ
 پھر نمایاں ہو گئی تصویرِ حسن ❖❖❖
 روشنی دینے لگے دل کے چراغ
 چُن لیا ہے اس کو تیرے درد نے
 دل ہے اس اعتراف سے بھی باغ باغ
 لو لگائی دل نے اُن کی یاد سے ❖
 ہو گیا روشن یہ افسردہ چراغ

یہ دل وحشی سنبھل سکتا نہیں
 دشتِ پیمائی کروں یا سیرِ باغ
 ہو گیا ان پر اثر کچھ قیصری
 آہ کا اب آسماں پر ہے دماغ

غزل

ہے تندر دوست وہ دل جمیں ہر وفا محفوظ
 وہ سر کہ سجدہ اغیار سے رہا محفوظ

الہی ان کو چھپالوں میں اس طرح دل میں
 نگاہِ غیب سے ہو جائے ہر ادا محفوظ

گذر گیا ہے اگر وہ سراپا ناز کہیں
 تو رہ گذر نے کئے دل میں نقشِ پا محفوظ

جو کر کے بھٹول گئے تم ہمارے قہر سے

ہمارے دل میں وہی وعدہ رہ گیا محفوظ

ٹڑپ کے برسرِ نل نہ فاش کرے دل

یہ رازِ عشق ہے غیر دل رکھ ذرا محفوظ

ہے وجہِ رشک ملائک وہ اپنی رفعت میں

جو دل کہ دامِ تناسل سے رہ گیا محفوظ

کرم ہو عام تو ہو جائے قیصری لیکن

ہو کاش میرے لئے اُن کی ہر جفا محفوظ

وہابی میں فوجِ خلوت کوئی گئی
 رعبِ اپنے دوست کو دیکھا کیسے ہم

غزل

سیکھ لے میرے غم سے دلنوازی کا ڈھنگ
 موم ہو جاتی ہیں واعظ اک نظر سے خشتِ سنگ
 یہ شرابِ صبغتِ الہی ہے زاہدِ پنی کے دیکھ
 ہے تری جنت کے پھولوں سے زیادہ شوخ رنگ
 ایک ذرہ نے لیا خورشید کو آغوش میں
 پسکر نوری ہیں اب تک جرأتِ خاکی سو دنک
 مجھ کو کاف رکھ رہا ہے شیخ کیوں اس فرق پر
 اُس کے آگے آرزوئیں اور مرے آگے ہیں سنگ
 رندِ محو دید ہیں اور چشمِ ساقی نے فروش
 ہے زمانے سے نرالا اپنی مے نوشی کا ڈھنگ

نقشِ الفت مٹ نہیں سکتا مصائب سے کبھی
 دھوپ سے اڑتا نہیں ہمدِ م کہ یہ پختہ ہے رنگ
 پاؤں میں لغزش نہ ہو سرِ محاسنہ پی کر جامِ عشق
 میکشوں کے واسطے ہے بادِ ہستی وجہِ تنگ

غزل

پہلو سے دل گریزاں تو دل سے قرار ہے
 فریاد اب بھی خاطرِ نازک پہ بار ہے
 تم سے نہ گر کہوں جو مرا حالِ زار ہے
 کیا غیر کو بتاؤں کہ دل بے قرار ہے
 نادانِ دل کو آج بھی یہ اعتبار ہے
 مجھ پر بسکل جو رستمِ لطیفِ یار ہے

محسوس ہو رہا ہے کسی کے بغیریوں
گویا چمن میں آکے لپشیاں بہا رہے

ان کی زباں پہ آج بھی ہیں لن ترانیاں
دل کا وہی تقاضا ہے اور بار بار ہے

ہل میں یزید ان کی جفا پر نہیں کیا
دل دعویٰ وفا سے بہت شرمسا ہے

محفل میں دورِ جام ہے غیروں کے سناٹے
خلوت میں میں ہوں اور غم انتظار ہے

شکوہ ہو کیوں کہ نہ سکا تجھ کو ملتفت
اپنے ہی دل پہ اب مرا کیا اختیار ہے

اب سامنے وہ آئیں تو کڑوں نثارِ حسن
واحد راہ عشق میں یہ ہوشِ بار ہے

سَرِیْحَانہ میرے واسطے کافی ہر یہ شرف

اس در کے سائلوں میں مرا بھی شمار ہے

غزل

ہو انہ ذوق عبادت حرم میں جب محدود

تھکائے عشق کو ہم نے بنا لیا معبود

الہی خیر ہو میرے نیاز الفت کی

کہ بے نیاز ہے سجدوں سے بھی مرا سجد

تھکائے اک خم ابرو سے مٹ گیا یکسر

ہوا تھا "کن" سے جو اک شہر آرزو موجود

دل بشر کی فرشتوں کو بھی تمنا ہے

نہے عشق حضرت صاحب! وہ جذبہ محمود

کسی کا حسن ہو اطلبِ دلِ عاشق ❖

اٹھا حجابِ عدم اور میں ہوا موجود

کسی کو دیکھ کے کر دوں نثار جانِ عزیز

نہ جانے کب سے تقدیر میں ساعتِ مسعود

عطا ہو مجھ کو وہ سر نیچا نہ سجدہ الفت

پڑھوں نماز تو آجائے سامنے مسجود ❖

— ❖ —
قاصدِ دو سستہ (قطعہ)

اور از کوثرِ بہشت تدرِ کنیم جامِ ما

گز چکدئے وصال از خمِ اوبکامِ ما

ایں دل و جاں خدا اور مژدہ گرِ بہادہ

نامہ یار آور و قاصدِ خوشخرامِ ما

نذرِ محبت

بحضور صدیق رسولؐ العالمیں

ہو گئی صدیقیت تجھ پر تمام	ہے سرِ دفترِ وفا میں تیرا نام
تو ہے صدیق رسولؐ العالمیں	بے نیازِ غیب و حاضر تھا یقین
شکستہ تھا تیرا لہجہ میں نا آشنا	سُن کے ہر اک بات صدقت کہا
شمس و گہ ہیں اور تو بدرِ منیر	تو رسولِ حق کا دنیا میں وزیر
رشکِ دہر و اختر تیرا دل	نور سے اُن کے منور تیرا دل
عرشِ ملک پہنچ تھی جسکی بوئے داغ	دل تیرا نورِ محبت کا چراغ
تو رہا ہجرت میں سرور کا رفیق	اے کہ ہے نارِ جہنم سے عتیق
نام یوں لُغت کا اونچا کر دیا	دش پر بارِ نبوت لے لیا
تو عیشِ بدر کا دریاں رہا	عشق میں تو بے نیازِ جاں رہا

نذرِ الفت کر دیا سب مال و زر
 خلعت خلعت عطا تجھ کو ہوئی
 محرم راز نبوت تو ہوا
 رحم تیرا رحمت حق کا جمال
 مومنوں پر رحم و رافت آشکار
 علم پر زنگِ غضب گر چھا گیا
 آہ یہ اخلاق اور یہ مرحمت
 روضہ اقدس میں تو ہی ہمیشہ
 اے رفیقِ سرورِ عالم سلام
 تجھ سے راضی ہو خداوندِ جلیل
 اے خدا اس سوختہ جاں کی قسم
 میرے رب! صدیق اکبر کے لئے
 گھسٹ اتو دشمنوں میں بے خطر
 سوزشِ الفت عطا تجھ کو ہوئی
 حاملِ بارِ خلافت تو ہوا
 تھا غضب اللہ کا تیرا جلال
 کافروں پر ہر نظر تھی ذوالفقار
 سخت کوئی لفظ لب پر آگیا
 سر جھکا کر تو نے کر لی مہذرت
 تو ہے وجہِ رشکِ جبریل میں
 رحمتیں حق کی رہیں تجھ پر مدام
 اے کہ تو محبوبِ حق کا ہے خلیل
 تجھ کو اس کے درو پہاں کی قسم
 اے خدا! ساقی کو شر کے لئے

تیری رحمت سے ڈر صدق و صفا حال بد سے اُمت مرحوم کا
 پھر عطا ہو جائے ایمان و یقین ہم ہیں یوں محتاج یہ دولت نہیں
 آہ اب ہم رحمتوں سے دور ہیں صدق سو خالی ہیں دل بڑ نور ہیں
 اب ہمارے قابیوں میں جان نہیں آتشِ لفت سے دل سوزاں نہیں
 گر عطا ہو جائے وہ صدق و یقین دو جہاں ہو جائیں پھر زیرِ نگیں
 ہم کو بلجائے وہی سوز و گداز دل کے درد از تری نہ جا ہوں باز!

قیصری ہو اور انوارِ حبیب:

دولت دیدار ہو اس کو نصیب:

وہ جھکے تو تیرے ہی آگے جھکے:

جھکے کے در پر اب نہ یارب سر اٹھے



غزل

ہوتا پ نظر مجھ کو کہ نہ ہو جلوے کی تنہا کرنے دو

پھر جو چاہو تم وہ کہنا اک بار تقاضا کرنے دو

مجبور ہوں میں دل کے ہاتھوں لفت کو نہ رسوا کرنے دو

ہے راز تمہارا ہی آخر ریشہ نہ افشا کرنے دو

دیدار اگر ہونا ہے وہیں جب ہم کو یہاں یہ تائیں نہیں

تم شورِ فضاں سے ہم کو ہی اب محشر برپا کرنے دو

آخر کو چلے ہی آئیں گے وہ ہم سے ملی کہلانے کو

دیکھتے وہ چھپتی ہیں کبتاک کچھ دیر یہ پروا کرنے دو

وہ حسن ہے ظاہر ہر شے سے میں سکی بجائی میں گم ہوں

اب دیر و حرم کی قید نہیں ہر در پر سجد کرنے دو

یہ آخر کیسا پردہ ہے مشاق سے کبت زیاہی
کبتا ہیں تکوں دیوار و حرم اب سامنی سجدہ کر دو

دیدار کے قابل دل نہ سہی کیوں پردہ کیا تم فرمے
بیتابی اُلفت کی خاطر یہ شکوہ بیجا کرنے دو

کیوں ہاتھ کو زحمت دیتی ہو وہ خود رکھ دیگا تیغ پہ سر
بند شہید اُلفت کو یہ شوق تو پورا کرنے دو

سرخچہ بہت کمزور ہوں میں آکاش کوئی کہہ دیتا
جی بھر کے ستم پھر کر لینا کچھ تاب تو پیدا کرنے دو

شہر پر بھی کچھ اثر ہوتا
عش توں گیا دعاؤں سے

غزل

وہ بے نیازِ دل میں مے جلوہ گر ہے آج
 میرے ہی گردِ دُشِ مہر و تسر ہے آج
 ہمدِ ذرا رسائیِ تقدیر دیکھنا !
 میرا سرِ نیاز ہے اور اُن کا در ہے آج
 وہ اور پائے ناز پہ جھکتے دیں میرا سر
 تقدیر کا ستارا مگر اوج پر ہے آج
 جھٹک جھٹک کے چومتی ہے نظرِ پائے یار کو
 یوں عرشِ تکِ خیال کا میرے گزر ہے آج
 وہ حسنِ بے حجاب ہے نظروں کے سناٹے
 سرِ میخِ فلکِ ہمکنارِ دعا سے اثر ہے آج !

نعت شریف

زباں پر جب کبھی صلی علیٰ حضرت کا نام آیا
 ہمارے پاس خود عرش معلیٰ سے سلام آیا
 احد نے میم کو بڑھ کر لیا آغوشِ شرفِ لفت میں
 شبِ معراج جب قربِ خصوصی کا مقام آیا
 کلیم اللہ اور اللہ میں حائل تجلی تھی ۔۔۔
 مگر بے واسطہ میرے پیہر کو پیام آیا
 شبِ سری فرشتوں نے پچھا دیں راہ میں ملکین
 فلک نے جھک کے چوے پاؤں جب خوش خرام آیا
 سیاہی چھپ گئی محشر میں میرے جرم و عصیاں کی
 وہاں کی سیکی میں اُن کا دامن میرے کام آیا

اتھیں پرسم کر دیں نعمتیں وہاں مالک نے
 انھیں کے واسطے سے آخری رب کا پیام آیا
 نہ جانے ان کے دامن تک سائی کیسے رہی تندرہ
 مرا نالہ گیا اور عرش اعظم کو بھی تھم آیا

غزل

اگر ماسوا سے نگاہیں ہٹا لے؛
 تو یہ دل اُتھیں اپنے اندر سما لے؛

مجھے دامن بخود دی میں چھپا لے
 کہ فریاد کرتے ہیں اب دل کے چھالے

مے دل کو اس طرح در پر جھکا لے
 کہ وہ ہاتھ دونوں جہاں سے اٹھا لے

سنبھلتا نہیں ہے یہ دل اب سنبھالے

خدا راہیں اک بار نظریں اٹھالے

ہم آغوش میں آج الْحَمْدُ لِلّٰہ

تری راہ کے خار اور دل کے پھالے

ہماری دُستا میں کوئی فرق آئے

ہمیں اس سے پہلے جہاں سو اٹھالے

رقیبوں کو دیدی جگہ تیری خاطر

چلے آئے محفل سے دل کو سنبھالے

کہیں ہو کے مخمور کچھ کہہ نہ دوں میں

مرے دل سے یہ ست نظریں ہٹالے

پڑیں پھر نہ غیروں کی ان پر نگاہیں

انھیں قیصری اپنے دل میں چھپالے

غزل

کریں ہم کو مدہوش یا وہ چلائیں؟
 مگر ہسم تقاضے سے کیوں باز آئیں؟
 کہاں اتنی جرأت کہ پر وہ اٹھائیں
 نہ یہ حوصلہ ہے کہ دل میں چھپائیں
 خدا جانے وہ ترس کھائیں نہ کھائیں
 انھیں تک رہی ہیں ہماری دعائیں
 خموشی سے بھی حالِ غم کہہ سناؤں؟
 مگر ان کو کس دل سے غمگیں بنائیں؟
 قسم صدقِ دل کی کہ وہ جلوہ گر ہوں
 اگر بت کے آگے بھی ہسم سر جھکائیں

نہ تجھائیں ناصح کہ وہ سانسے ہیں
 بس اب خیر اپنے ہی دل کی منائیں
 عبادت سے افضل ہیں واللہ زاہد !
 محبت کی معصوم سی یہ خطائیں !
 ترے حق کا ہے تقاضا نمائش
 بتا کس طرح تجھ کو دل میں چھپائیں ؟
 ازل ہی کے دن سے ہیں مربوط باہم :
 تری بے نیازی ، مری التجائیں :
 تمھاری نگاہ کرم کی قسم ہے ! :
 کہ میں نیکیوں سے نہ بدلوں خطائیں :
 ذرا سے دھو ڈال دل کی سیاہی
 کہ وہ محنت ! چھا گئی ہیں گھٹائیں !

مرے بعد کس پر ستم کر سکیں گے
 دل و جاں تصدق، وہ کر لیں جفائیں
 اگر قیصری چھوڑ دیں ہم تقاضا
 تو وہ بن ترانی سے کس کو جلائیں *

علاج دردِ دل (قطعہ)

چارہ گرنا داں ہے ورنہ دردِ دل کا کیا علاج
 ہو نہیں سکتا دواؤں سے کبھی میرا علاج
 ناز تھا مجھ کو کہ آئے گا دمِ آخر کوئی
 بے نیازی نے کیا اس نازِ بیجا کا علاج

وہ جلا لے گا مجھے بس اک نظر سے قیصری
 معجزہ ہو جائے گا میرے مسیحا کا علاج

غزل

جو چھوڑا ماسوا کا ذکر لب پر اُن کا نام آیا
 نہ دیکھا غیر کو پر دے اٹھ کر دل تک پیام آیا
 نیازِ عشق تھا یا بخودی حیرت کی طاری تھی
 نہ آئی طرزِ سجدہ اور نہ اندازِ قیام آیا
 خدایا مٹ گیا ہے بخودی میں دردِ اُلفت بھی
 نہ "من" باقی نہ "تو" موجود یہ کیسا مقام آیا
 نہ کانوں کو ملی آہٹ نہ آنکھوں نے اسے دیکھا
 عجب انداز سے دل میں وہ میرا خوشخرام آیا
 کہاں اظہارِ جالِ دل کہاں خاموشیِ اُلفت
 لرز کر رہ گئے لبِ جنباں تک اُن کا نام آیا

شرائش مجہل میں دی غیروں کو ساقی نے
 ہمارے واسطے خونناہُ الفت کا بھام آیا
 ملا جنت میں جا کر جب سکوں زاہد کو سرِ میحافہ
 وہاں بھی میرے حصہ میں یہی سوزِ دوام آیا



جب تھیں وہ چھپ چھپ کر
 میں سرور میں سرور
 وہیں میں سرور میں سرور
 وہیں میں سرور میں سرور



اس نے وعدہ کیا تو ہے لیکن "آج" لے کاش "کل" نہ ہو جائے

نعت شریف

میرے جیب تجھ پہ صلوٰۃ و سلام ہو

پیہم ہو جان و دل سے الہی مدام ہو

قربان ایسے دل پہ جوشید اہو آپ کا

صدے میں اس پیچی زباں پر وہ نام ہو

مجھ کو غرض ہی کیا ہی بہشت و ثواب سے

محشر میں میرے سامنے وہ خوشخرام ہو

آئے نہ کیوں اتر کے بھلا آفتابِ حشر

جب بے حجاب وہ مرا ماہِ تمام ہو

غیروں کو ساقیا ہو عطا جب مئے طہور

تیری نگاہِ مست سے پُر میرا جام ہو

فرستاد نہ مجھ کو کبھی ان کی یاد سے

اللہ میری عمر اسی میں تمام ہو

صیاد کی وفات سے رہائی نہ نصیب

آزاد اب کبھی نہ یہ پابندِ دام ہو

جان عزیز جب کروں مولا کو میں سپرد

دل میں ہو ان کی یاد زباں پر وہ نام ہو

آجائے مجھ پہ رشکِ کلیمِ خدا کو بھی

محبوبِ رب جو خواب میں بھی ہمکلام ہو

خالی ہیں تیرے نورِ محبت سے دل حبیب

رخ سے اُلٹ نقاب کہ اب فیضِ عام ہو

صدقے میں ان کے جن کو میسر ہو تیری دید

بیکس و غریب بھی اب شاد کام ہو

تیرا جمال وہ ہے کہ ناصح بھی کھو دے عقل

وہ جن خلق جس سے کہ دشتی بھی رام ہو

جس کو فنا کے بعد ملی ہو حیاتِ عشق

سرنیجاتہ اس یہ موت نہ کیونکر حرام ہو

دیارِ حبیب کے آنیوالے سے

وہاں سے آرہے ہو تم جو ماویٰ اور بلجاسے

جہاں کے پاک نظارے کو میرا دل آتا ہے

میں ان قدموں پہ صد سے جن سے چل کر تم وہاں پہنچے

میں ان آنکھوں پہ قرباں جن سے تم کو ان کو دیکھا ہے!

پیام خاص کا طالب نہیں لیکن یہی کہہ دو

ادا کے بی نیازی ہی سے میرا حال پوچھا ہے

ذرا نزدیک آکر اپنی آنکھیں دیکھ لینے دو
 وہ جلوہ گر ہیں ان میں یا مری نظروں کا دھوکا ہے؟
 کبھی مس ہو گئے ہوں گے تمہارے ہاتھ قدموں پر
 ذرا اس دل پہ رکھ دینا کہ یہ فرقت میں تڑپا ہے
 تمہارے پاؤں میں اب تک لگی ہو کر داس در کی
 لگانے دواسے آنکھوں میں ان سے خون برس رہا ہے
 وہاں کے خار کچھ ابٹھے ہوئے اب تک ہیں دامن میں
 اگر آنکھوں میں رکھ لے قیصری آنکھ تو زریا ہے

میں کمزور اور مجھ سے یہ بے نیازی
 نہ جانے وہ کیا دیکھنا چاہتے ہیں

سَلَامِ عَشَقِ اَحْسَنِ کَامِلِ کَحْضَوِیْنَ

شافعِ محشرِ سَلَامِ

مالکِ کوثرِ سَلَامِ

منظہرِ انورِ سَلَامِ

خَلقِ کے رہبرِ سَلَامِ

اے مرے سرورِ سَلَامِ

رحمتِ داورِ سَلَامِ

تجھ پہ صلوٰۃ و درود، تجھ پہ ہزاروں سَلَامِ

چاہئے بس ایک فِات

غیرِ ہِیَلات و منات

تو ہے مری کائنات

مُردہ دلوں کی حیات

اے مرے سرورِ سَلَامِ

اے میری دلیرِ سَلَامِ

تجھ پہ صلوٰۃ و درود، تجھ پہ ہزاروں سَلَامِ

عشق کا حاصل ہے تو

منظہرِ کامل ہے تو

ہاں مری منزل ہے تو

یہی محمل ہے تو

منظر انور سلام لے مرے سرور سلام

تجھ پہ صلوٰۃ و درود، تجھ پہ ہزاروں سلام

میرے ہزاروں گناہ اور تیری ایک نگاہ

دامنِ عالم پیساہ اور یہ روئے پیساہ

شافعِ محشر سلام لے مرے سرور سلام

تجھ پہ صلوٰۃ و درود، تجھ پہ ہزاروں سلام

آہ یہ کبتک حجاب اب نہیں اس دل کو تاب

آج اُلٹے نقاب ہو وہ تصور کہ خواب

نہرِ منور سلام لے مرے سرور سلام

تجھ پہ صلوٰۃ و درود، تجھ پہ ہزاروں سلام

تجھ پہ دل و جاں نثار پھر ہو نغمہٴ زار ایک بار

لیں سے ہوں بیقرار اب ہو ضحیٰ آشکار

چارۂ مضطر سلام لے مرے سرور سلام

تجھ پہ صلوٰۃ و درود، تجھ پہ ہزاروں سلام

پھنک گئے قلب و جگر

آہ وہ نیری نظر

پھر ہو تو جتہ ادھر

ہے یہ تنہا مگر

لے مرے سرور سلام

حسنِ ستگر سلام

تجھ پہ صلوٰۃ و درود، تجھ پہ ہزاروں سلام

تو ہے رؤف الرحیم

میرا خدا ہے کریم

مجھ سے ہی ترسانِ حسیم

تیری بہشتِ نعیم

لے مرے سرور سلام

میرے پیمبر سلام

تجھ پہ صلوٰۃ و درود، تجھ پہ ہزاروں سلام

ہو گئے حائلِ گناہ

حال تھا میرا تبناہ

سوچ گئی مجھ کو راہ

پڑ گئی تیری نگاہ

ہا دی رہبر سلام لے مرے سرور سلام
تجھ پہ صلوٰۃ و درود، تجھ پہ ہزاروں سلام

آہ میں جاؤں کہاں آپ کو پاؤں کہاں

حال سناؤں کہاں داغ و کھاؤں کہاں

راحت مضطر سلام لے مرے سرور سلام

تجھ پہ صلوٰۃ و درود، تجھ پہ ہزاروں سلام

دل ہو میرا درد ہو لب پہ دم سرد ہو

میرا رخ زرد ہو در کے تری گہر دہو

اقدس اظہر سلام لے مرے سرور سلام

تجھ پہ صلوٰۃ و درود، تجھ پہ ہزاروں سلام

شاہد و شہود ہو حامد و محمود ہو

جلوہ معبود ہو ہاں میرے مقصود ہو

حسن کے منظر سلام ہاں مے سرور سلام

تجھ پہ صلوٰۃ و درود، تجھ پہ ہزاروں سلام

تجھ کو گوارا تھا کب قیصری ہو شبنم لب

دیر ہے کیوں بسبب صبر نہیں ہوتا اب

ساقی کو شر سلام لے مرے سرور سلام

تجھ پہ صلوٰۃ و درود، تجھ پہ ہزاروں سلام

اگر سنا تجھ کی کہنے آئے آپ کو
ایمانہ اپنے سنا منے پھر اپنے آپ کو
ایمانہ ہو کہ دیکھ کے آجائے میں کچھ
حال تباہ کا شہ نہ پاتا ہے آپ کو

قلب مضطرب کی پکار

الہی تیرے در پر ایک حسرت لڑکھائے ہیں
 ترے دربار میں امیدِ رحمت لے کر آئے ہیں
 بہت سلس ہیں لیکن ایک دولت لے کر آئے ہیں
 دل مجروح میں دردِ محبت لے کر آئے ہیں
 میاں کو اب شفا لے جاؤ و کمال عطا کر دو
 نہایت مضطرب ہیں اب سکونِ دل عطا کر دو
 خداوند! ترے محبوب کی رحمت کے صدقے میں
 جنابِ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عفتِ عصمت کے صدقے میں
 حضورِ فاطمہؑ شہزادیِ جنت کے صدقے میں
 تری ہی رحمت بے پایاں کی وسعت کے صدقے میں

میاں کو اب شفا ئے عاجل و کامل عطا کر دے

نہایت مضطرب ہیں اب سکون دل عطا کر دے

الہی حال دل اشکوں سے بھی ہم کہہ نہیں سکتے

ہوئے ہیں سوزِ غم خشک آنسو بہہ نہیں سکتے

بہت مضطرب ہے دل خاموش بھی اب رہ نہیں سکتے

بہت کمزور ہیں یارب یہ غم ہم سے نہیں سکتے

میاں کو اب شفا ئے عاجل و کامل عطا کر دے

نہایت مضطرب ہیں اب سکون دل عطا کر دے

سرے مالک جمال ساقی کوثر کے صدقے میں

ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ اور حیدرؓ کے صدقے میں

خداوند! شہیدِ کربلا کے سر کے صدقے میں

الہی تشنگی حضرتِ اصغرؓ کے صدقے میں

میاں کو اب شفا ئے عاجل و کامل عطا کر دے

کرم نشہ لبی پر اب سکونِ دل عطا کر دے

الہی آسیہؑ۔ مریمؑ۔ زینبؑ کی قسم تجھ کو ۛ ۛ

جویریہؑ کی۔ میمونہؑ کی۔ حفصہؑ کی قسم تجھ کو ۛ

رقیہؑ۔ اُم کلثومؑ اور زہراؑ کی قسم تجھ کو ۛ

وفائے طاہرہؑ۔ عشقِ حمیراؑ کی قسم تجھ کو ۛ

میاں کو اب شفا ئے عاجل و کامل عطا کر دے

قسم شانِ عطا کی اب سکونِ دل عطا کر دے

الہی حضرت یعقوبؑ کی سن لی دُعا تو نے ۛ ۛ

خدا یا حضرت آدمؑ کی بخشی تھی خطا تو نے ۛ

دیا تھا صبر پھر ایوبؑ کو دیدی شفا تو نے ۛ

کلیم اللہؑ کو بھی ماں سے جب ملوا دیا تو نے ۛ

میاں کو اب شفا ئے عاجل و کامل عطا کر دے

ہے تو قادر کہ اب ہم کو سکون دل عطا کر دے

الہی کوئی حد بھی ہے ترے الطاف و رحمت کی

کہ جب فرعوں نے مانگی غذا یوں سراماں دیدی

ترے محبوب نے غیر و نکی خاطر بھی دعا مانگی :-

گناہوں کی وجہ سے کیوں رہیں محروم پھر ہم ہی

میاں کو اب شفا ئے عاجل و کامل عطا کر دے

تیری رحمت کے صدقے میں اب سکون دل عطا کر دے

سنائیں در و دل کا جا کے یارب کس کو افسانہ

ہمارے صبر کا مولیٰ چھلک جائے نہ پیمانہ

تیری رحمت کا منہ تکتی ہے اب مجبور سیمچانہ

ہے موجود ساقی اور ہو آباد میخانہ :-

میاں کو اپ شفا ئے عاجل و کمال عطا کر دے
 طفیل ساقی کو شر سکون ل عطا کر دے

میری طرف دیکھ

اے شاہِ عرب شاہِ عجم میری طرف دیکھ

تجھ سے ہوا موجود عدم میری طرف دیکھ

اے چارہ گرد و دالم میری طرف دیکھ

بن جائے مسترت مرا غم میری طرف دیکھ

اے صاحبِ لطاف و ہم میری طرف دیکھ

اے فخرِ رسل شاہِ اہم میری طرف دیکھ

اے باعثِ تکمیل پسندیدہ خصائل :

ہے منتظرِ رحم ترے در کا یہ سائل

کیوں دل کی طرف آج توجہ نہیں مائل
مٹ جائے مری ذات ہو کر بیچ میں حائل

اے چارہ بیمار مئی غم میری طرف دیکھ
اے فخرِ نسل شاہِ امم میری طرف دیکھ

اے باعثِ تکوین جہاں اے شہِ لولاک
خالق نے ترے واسطے پیدا کئے افلاک
ملتی نہیں سجدوں کو مری در کی تری خاک
محروم ہے کس طرح ترا بندہ ناپاک

ہے عام تر فیضِ کرم میری طرف دیکھ
اے فخرِ نسل شاہِ امم میری طرف دیکھ

شریٰ بہت میرا وطن دور ہے مالک
بیکس ترا لاچار ہے مجبور ہے مالک

دل بارِ غمِ حیرت سے چور ہے مالک
کیا بیکیسی دل تجھے منظور ہے مالک

تجھے کو تیری رحمت کی قسم میری طرف دیکھ
اے فخرِ رسل شاہِ اُمم میری طرف دیکھ

غیروں کو نواز اگیا غفل میں بلا کر ۛ
یاں دل میں بھی دیکھا جو کبھی سر کو جھکا کر
آیا ہے کوئی چہرہ زیب کو چھپا کر ۛ
ہاں خلوتِ دل ہی میں کبھی پردہ اٹھا کر

اک بار بہ اندازِ کرم میری طرف دیکھ
اے فخرِ رسل شاہِ اُمم میری طرف دیکھ

کیا مجھ سے تھوڑی میں بھی پردہ ہی رہیگا ؟
آنکھوں سے مری خونِ جگریو نہیں بہیگا ؟

میرا دل مجبور یہ غم کس سے کہیگا
 کمزور ہے کب تک یہ غم ہجر سہیگا
 سرِ نیچا کندہ پہ کبتک یہ ستم میری طرف دیکھ
 لے فخرِ رسل شاہِ اُمم میری طرف دیکھ

غزل

ناصح یہ محبت بھی کرم ہے کہ نہیں ہے
 سرِ پایہٴ دل رنجِ عالم ہے کہ نہیں ہے
 ہے تجھ سے محبت، یہی کافی ہے تسلی
 یکساں ہے مجھے پریش غم ہے کہ نہیں ہے

موجود ہوں میں کیا ہے تا مثل مرے قاتل
 ترکش میں کوئی تیر ستم ہے کہ نہیں ہے
 انوارِ صفتِ واں، تو یہاں ذات کے جلوے
 اے شیخ یہ دل رشاکِ حرم ہے کہ نہیں ہے
 چھب بین لیا بیخودی عشق نے آخر
 یہ ہوش کسے درودِ الہم ہے کہ نہیں ہے
 ہمدرد مرے دل پہ ہیں دزدیدہ نگاہیں
 کیا مجھ کو خبر پریش غم ہے کہ نہیں ہے
 ہر چند میسر ہے تصور میں نظارہ ♦♦
 لیکن یہ مرے واسطے کم ہے کہ نہیں ہے
 اے شیخ میں کافر ہوں ملے آتشِ الفت
 کیا مجھ کو خبر باغِ ارم ہے کہ نہیں ہے

اقرار لیا عشق کا پھر چھپ گئے مجھ سے
 سرِ یحانہ یسینِ پستم ہے کہ نہیں ہے
 غل

گم ہوا جب سے وہ مرا مقصود :
 میں بھی ہوتا نہیں کہیں موجو د :
 جس نے دیکھا اُسی کو دیکھا ہے :
 مٹ گیا عجب رہ گیا معبود :
 اسوا پر نظر نہیں پڑتی :
 ہے غمِ حیر دوست بھی مسعود :
 ہے وہ نسبت جو مٹ نہیں سکتی
 ہوں میں مردود تو ترا مردود :

غیریت ہی کے ساتھ غیرت تھی :

ایک وہ ہے کوئی نہیں موجود :

شوق سے میں نے بت کو جب دیکھا

ہو گیا سامنے مرا مسجود :

ہے رگ و پے میں جاری و ساری

در و دل تک نہیں رہا محسوس :

میں وہ محروم ہوں کہ جائے وصل

نامرادی ہے اب مرا مقصود :

کوئی قیصر کے دل کو کیا سمجھے

گاہ شاہد ہے گاہ خود مشہود

(۱۹۵۲ء عیسوی)



سَلَامٌ بِخُضُورِ حَسَنِ تَمَامٍ

بیا بچو مه ول دو پارا کنسم
 که شق الفتھر را دوبارا کنسم
 چرا ما سوارا گوارا کنسم
 که گم گشته از خود نظارا کنسم

حَبِيبُ الْمَكْرَمِ سَلَامٌ عَلَيْكَ
 صَلَوةٌ سَلَامٌ سَلَامٌ عَلَيْكَ

بخش از رخ روشن خود نقاب
 که کافیت بر تو نگا هم حجاب
 کشدم بے در فراقت عذاب
 نه در دل قسسه اند در روح تاب

حبیب المکرّم سلامٌ علیک
صلوٰۃ سلامٌ علیک

بیادردلم دستانم توئی
بیای که شاه جهانم توئی
نه بیند نظر جانِ جانم توئی
خوششم که رازِ نهانم توئی

حبیب المکرّم سلامٌ علیک
صلوٰۃ سلامٌ علیک

بیانبع خیر و نور و سرور
بیاجلوه مخفی کوه طور
بیاتا شود ظلمتِ نفس دور
بیاتا شود غیبِ قرب و حضور

حبیب المکرّم سلامٌ علیک
صلوٰۃ سلامٌ علیک

بیا چارهٔ دردِ پایِ نہاں
بیا بر تو ترسانِ این قلبِ جاں
بیا باعثِ خلقِ کون و مکاں
بیا تا منور شود دو جہاں

حبیب المکرّم سلامٌ علیک
صلوٰۃ سلامٌ علیک

دوئی می کند حالتِ دل عجیب
چوں بیدار شد بعدِ خفتنِ نصیب
ندیدم کہ شد ہر دو چشمِ رقیب
بیا تا من و تو نماند حبیب

حبیب المکرم سلام علیک
صلوٰۃ سلام علیک

بگفتم ز لبہائے خود حال زار
ولے گریہ خوں کند آشکار
ولم گشت از داغہا لاله زار
بیاساقیا جان قیصر نثار

حبیب المکرم سلام علیک
صلوٰۃ سلام علیک

❖ تمت بالخیر ❖

پہلے کاپتہ ثانی

عارضی منزل

قلعہ گہنہ، بھو پال

Accession No. 2214

باہتمام اختر حسین صدیقی منیجر، علوی برقی پریس بھو پال میں طبع ہوا۔